اَنْ دیکھی حقیقتیں

توحید ○ رسالت ○ آخرت

کوثر نیازی

1959

ناشران

آئینہ ادب۔ چوک مینار۔ انارکلی۔ لاہور

DATA ENTERED

باراوّل تعداد
۱۱۰۰
۱۹۵۹ء
قیمت: -/۲/۸

۲۹۷۶۷
۹۱۵
۹۷۰۲

اہتمام
م ع - سلام، آئینۂ ادب
چوک مینار، انارکلی - لاہور

اشرف پریس لاہور میں طبع ہوا

Marfat.com

ترتیب

پیش لفظ صفحہ ۱۱
تعارف از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی 〃 ۱۳
توحید
۱۔ توحید 〃 ۱۷
۲۔ عقیدۂ توحید عقل کے خلاف نہیں 〃 ۲۰
۳۔ توحید کا عقلی ثبوت 〃 ۲۳
۴۔ توحید کی ایک اور دلیل 〃 ۲۶
۵۔ خدا کی صفات 〃 ۲۸

Marfat.com

۶۔ ایمان باللہ کا اولین تقاضا — صفحہ ۳۱
۷۔ خدا کی محبت — // ۳۳
۸۔ خدا کی محبت کا صحیح تصور — // ۳۵
۹۔ توحید پر استقامت — // ۳۷
۱۰۔ حفظ و نشر توحید — // ۴۰
۱۱۔ انسانی زندگی پر عقیدۂ توحید کا اثر — // ۴۳
۱۲۔ ایک خدا، ایک انسان، ایک نظام — // ۵۰

رسالت

۱۳۔ رسالت — // ۵۷
۱۴۔ رسالت کی ضرورت — // ۶۰
۱۵۔ سلامتی کا راستہ — // ۶۲
۱۶۔ صداقت انبیاء کی دلیل — // ۶۵
۱۷۔ نبوت پر امام غزالی کی دلیل — // ۶۷
۱۸۔ انبیاء کی حیثیت — // ۷۰
۱۹۔ انبیاء انسان ہوتے ہیں — // ۷۲

Marfat.com

۲۰۔ شرطِ نجات صفحہ ۷۵

۲۱۔ تورات اور انجیل کی شہادت " ۷۸

۲۲۔ امراضِ روحانی کا سب سے بڑا طبیب " ۸۱

۲۳۔ انسانیت کا سہارا " ۸۴

۲۴۔ رسالتِ محمدی کا ثبوت " ۸۷

۲۵۔ قرآن کا اعجاز " ۹۰

۲۶۔ اسوۂ حسنہ " ۹۶

۲۷۔ رسالتِ محمدی کی امتیازی حیثیت " ۱۰۷

۲۸۔ اطاعتِ رسول " ۱۰۹

۲۹۔ محبتِ رسول " ۱۱۸

۳۰۔ سنّتِ رسول " ۱۲۴

۳۱۔ ختمِ نبوت " ۱۴۲

آخرت

۳۲۔ عقیدۂ آخرت " ۱۵۳

۳۳۔ عقیدۂ آخرت کی اہمیت " ۱۵۸

Marfat.com

۳۴۔ اشکالات کا بنیادی حل	صفحہ	۱۶۰
۳۵۔ سائنس اور عقیدہ آخرت	"	۱۶۲
۳۶۔ خسارے میں کون ہے؟	"	۱۶۶
۳۷۔ آخرت کے چند مناظر — قرآن میں	"	۱۶۹
۳۸۔ آخرت کے چند مناظر — حدیث میں	"	۱۷۴
۳۹۔ خوفِ آخرت	"	۱۷۷
۴۰۔ دنیا و آخرت	"	۱۸۳
☆		
۴۱۔ کتابیات		۱۹۱

Marfat.com

انتساب

غلبۂ دین کی اُن آرزوؤں کے نام!

"جو میری زندگی کا حاصل ہیں"

Marfat.com

○

غالباً ستمبر ۵۷ء کی بات ہے۔ جامع مسجد شاہ عالم مارکیٹ کی مجلسِ انتظامیہ نے تقاضا کیا کہ میں اسلام کے بنیادی عقائد پر خطباتِ جمعہ کا ایک سلسلہ شروع کروں۔ چنانچہ خدا کے فضل و کرم سے تادمِ تحریر یہ سلسلہ جاری ہے۔ اسی اثنار میں ان تقاریر کو اختصار کے ساتھ روزنامہ "نسیم" لاہور میں بھی پیش کرنے کا موقع ملا۔ تو بعض مہربانوں نے بہت بندھائی اور اصرار کیا کہ انہیں مناسب ترمیم و اضافہ کے ساتھ چھوٹی چھوٹی کتابوں کی شکل میں ترتیب دیا جائے، یہ مختصر سی کتاب دراصل اُسی پیشِ نظر سلسلۂ تالیف کی ایک کڑی ہے۔

میں یہ تو نہیں کہتا کہ اس کتاب سے زیرِ بحث موضوعات کے جملہ گوشے اجاگر ہو جائیں گے۔ البتہ اتنا ضرور کہوں گا کہ میں نے اس میں اپنی امکانی حد تک

Marfat.com

جدید ذہن کو سامنے رکھتے ہوئے بیشتر ضروری پہلوؤں کو سمیٹنے کی کوشش کی ہے
یہ خیال بھی برابر دامنگیر رہا ہے کہ اختلافی اور کلامی موشگافیوں میں پڑنے سے احتراز
کیا جائے اور انشاپردازی کے جوہر دکھانے کی بجائے سیدھے سادے طریقے
سے افہام و تفہیم کی راہ اختیار کی جائے۔

اگر ان مضامین سے ایک شخص بھی متاثر ہو گیا۔ تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت
رائیگاں نہیں گئی!

کوثر نیازی۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب کوثر نیازی نے اس مختصر کتاب میں توحید، رسالت اور آخرت کے متعلق اسلامی عقائد کی عام فہم تشریح بھی کی ہے اور تفہیم بھی۔ اس میں ان کے پیش نظر خواص نہیں بلکہ عوام ہیں۔ انہوں نے بہت زیادہ تفصیلات اور گہرائیوں میں جانے سے اجتناب کیا ہے۔ ان کی کوشش یہ ہے کہ سیدھے سادے طریقہ سے عام لوگوں کو ان بنیادی عقائد کے معنی اور تقاضے سمجھائیں اور دلائل سے ان کی صداقت پر مطمئن کریں۔ اس لحاظ سے یہ ایک مفید کتاب ہے۔

درحقیقت اس وقت مسلمانوں کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ان کے ایمان کو جدید زمانے کی اس محسوس پرستی کے فریب سے بچایا جائے جس نے عقلیت کا لبادہ اوڑھ کر دلوں میں شک کے کانٹے چبھو دیئے ہیں اور لوگوں کو بالعموم شعوری طور پر یا

غیر شعوری طور پر اس غلط فہمی میں ڈال دیا ہے کہ ان دیکھی حقیقتیں قابلِ یقین نہیں ہیں، یا کم از کم یہ کہ ان کا حقیقت ہونا مشتبہ ہوتا ہے۔ یہ وبائے عام اگرچہ ساری دنیا کے لئے تباہ کن ثابت ہو رہی ہے۔ لیکن خصوصیت کے ساتھ اس کا سب سے زیادہ نقصان مسلمانوں کو پہنچا ہے۔ اس لئے کہ ان کے تو اخلاق۔ تہذیب۔ تمدن اور نظامِ اجتماعی کی ساری عمارت ہی توحید۔ رسالت اور آخرت کی اَن دیکھی حقیقتوں پر قائم ہے۔ ان عقائد پر ایمان و یقین متزلزل ہو جانے کے بعد اُن کے پاس کوئی چیز ایسی نہیں رہتی جس کے سہارے وہ کھڑے ہو سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں جہاں اس بیماری نے راہ پائی ہے مسلمانوں کی انفرادی سیرت اور قومی طاقت کو اس نے گھن کی طرح کھوکھلا کر کے رکھ دیا ہے اور اب ان کی سیاسی آزادی بھی ان کے لئے بے معنی ہوئی جا رہی ہے۔ اس مسلسل انحطاط کو روکنے کی کوئی تدبیر بھی نتیجہ خیز نہ ہو سکے گی جب تک اصل بنیاد کو مضبوط نہ کیا جائے۔

اس صورتِ حال میں ہر وہ کوشش قابلِ قدر ہے جو ہمارے افراد کے دلوں میں خدا پر ایمان۔ آخرت کا یقین اور رسالت پر اعتماد پیدا کرنے کے لئے کی جائے۔

ابو الاعلیٰ

Marfat.com

توحید

دنیا میں خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے بھی انبیاء تشریف لائے ہیں انہوں نے سب سے پہلے انسانوں کو جس بات کی طرف دعوت دی وہ یہ تھی کہ

اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ | اس مالک حقیقی کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو۔

آسمانی تعلیمات کا یہ وہ بنیادی نکتہ ہے جسے ہر نبی اور رسول کے پیغام میں اصل الاصول کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب جیل میں تبلیغ دین کا موقع ملا تو جیل کے ساتھیوں کو انہوں نے سب سے پہلے جو حیات افروز سبق دیا وہ یہ تھا

یَا صَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ | اے میرے جیل کے ساتھیو! کیا یہ مختلف

Marfat.com

مُتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ	اور متعدد جھوٹے خدا اس اکیلے طاقت والے خدا سے بہتر ہو سکتے ہیں۔

حضرت شعیبؑ اور حضرتِ ہودؑ نے قوم کو پکارا تو ان کی سب سے پہلی پکار یہ تھی "یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ" حضرت نوحؑ مبعوث ہوئے تو ان کا اوّلین پیغام یہ تھا "اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ" اسی کی بندگی کا خوف اور اسی کی اطاعت" یہ وہ لازوال حقیقت تھی جسے اجاگر کرنے کے لئے انبیاء کرام کی بعثت ہوئی۔

اور یہ وہ لازوال حقیقت ہے جو آدمی کی فطرت میں ودیعت کر دی گئی ہے معدودے چند افراد کے سوا ہر دور میں خدا کا تصور اکثریت کا عقیدہ رہا ہے۔ دنیا بہت کچھ بھولتی رہی۔ شرافت بھول گئی۔ شرم وحیا کو فراموش کر بیٹھی۔ انسانیت کا بنیادی جوہر ہاتھ سے دے بیٹھی لیکن خدا کا خیال اور خدا کا اعتماد اس کے دل و دماغ سے محو نہ ہو سکا، یہ صحیح ہے کہ منکرین اور ملحدین بھی ہر زمانہ میں نظر آتے ہیں لیکن توحید کو اس کے باوجود فطرت کی لازوال حقیقت اس لئے کہا جاتا ہے کہ چند سر پھرے لوگوں کے انکار کی وجہ سے سورج کی طرح یہ چمکتی ہوئی سچائی جھوٹ میں تبدیل نہیں ہو سکتی۔ چند بیمار اگر اپنے منہ کی کڑواہٹ اور ذائقہ کی خرابی کے باعث ایک لذیذ کھانے

Marfat.com

کو بدمزہ سمجھنے لگیں تو ہم کھانے کی لذّت کا انکار کرنے کی بجائے ان کو بیمار سمجھ کر درخور اعتنار نہیں سمجھیں گے بعینہٖ اسی طرح آج یا آج کی طرح ہر دور کے روحانی بیمار اگر خدا کے وجود کا انکار کرتے ہیں تو یہ بات خود ان کے بطلان کی دلیل ہے۔ اس سے عقیدۂ توحید کی صداقت میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔

یہ بات کہ توحید انسانی فطرت کی آواز ہے قرآن حکیم کے بیان کردہ اس واقعہ سے بھی ثابت ہوتی ہے روزِ ازل جب انسان کی تخلیق ہوئی تو سب سے پہلا جو سوال نسلِ انسانی سے کیا گیا وہ یہ تھا کہ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا انہوں نے جواب دیا بے شک ہے ہم گواہی دیتے ہیں قرآن کریم آگے چل کر بیان کرتا ہے کہ یہ اقرار بنی نوع انسان سے اس لئے کرایا گیا کہ کہیں آگے چل کر وہ یہ عذر نہ کرے کہ اس حقیقت کی اُسے خبر نہیں تھی

یہ ہے توحید کا عظیم الشان عقیدہ جس کا اقرار ہمارے خمیر میں شامل ہے جسے تمام انبیاء نے فطرت کا نقیب ہونے کی حیثیت سے اپنے اپنے عہد میں تازہ کیا۔ جس کے لئے روزِ ازل ہم نے اپنے مالک حقیقی سے پیمان وفا باندھا — کتنی دردناک ہے یہ بات کہ آج زمانہ پھر فطرت کی اس لازوال حقیقت سے صرفِ نظر کر کے تباہی کو دعوت دے رہا ہے اور ہم مسلمان جو

"توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے"

کا نعرہ بلند کرنے والے تھے۔ آج خود توحید حقیقی کا دامن ہاتھ سے چھوڑے بیٹھے رہے ہیں۔

فطرت کا وہ پیمانِ وفا یاد نہیں ہے
فریاد کہ دنیا کو خدا یاد نہیں ہے

عقیدۂ توحید عقل کے خلاف نہیں

توحید کی بات کی جائے تو ایک فلسفہ زدہ ذہن کے اندر معاً یہ سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ آخر ایک ایسی ہستی کو کس طرح تسلیم کر لیا جائے جس کے متعلق مذہب کا دعا یہ ہے کہ وہ ازل سے ہے اور ابد تک قائم رہے گی۔ انسان کے دماغ میں جب کجی پیدا ہو جائے تو وہ عقیدۂ توحید کو خلافِ عقل ٹھہرا کر ٹھکرانے پر تیار ہو جاتا ہے امام مجدد الف ثانی رح نے اسی شیطانی وسوسہ کو دور کرنے کے لئے ایک بڑا حکیمانہ نکتہ ارشاد فرمایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عقیدۂ توحید خلافِ عقل نہیں بلکہ فوق العقل ہے۔ اصل یہ ہے کہ یہ حقیقت انسانی عقل اور تخیل کی زد سے باہر اور اس سے ورا الورا ہے۔ ایک حیوان کو اگر یہ معلوم ہو کہ انسان فضاؤں میں اڑتا اور ہوا پر

میں پرواز کرتا ہے تو یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آئے گی، لیکن اگر وہ محض اس بنا پر کہ یہ امر واقعہ اس کی حدودِ عقل سے باہر ہے اسے جھٹلانے پر اور اسے خلافِ عقل قرار دینے پر تیار ہو جائے تو ہم یہ کہہ کر آگے گزر جائیں گے کہ دراصل یہ بات اس بیچارے کی عقل میں سما ہی نہیں سکتی۔ خود انسانی ایجادات کا معاملہ لے لیجئے آج سے دو سو سال پہلے جو چیزیں ناممکنات کے زمرہ میں شامل تھیں آج انہیں وقوع پذیر ہوتا دیکھ کر ہمیں کوئی حیرت نہیں ہوتی۔ لیکن فرض کیجئے اگر آج سے ایک دو صدی پیشتر لوگوں کو یہ بتایا جاتا کہ ایک ذرے میں اتنی طاقت ہے کہ اس سے بارہ میل مربع رقبہ کے ایک شہر کو آناً فاناً تباہ و برباد کیا جا سکتا ہے دس ہزار اشخاص نورانی بخارات میں تبدیل ہو سکتے ہیں اور ایک لاکھ چھبیس ہزار افراد اس کے دھماکوں سے لقمۂ اجل ہو سکتے ہیں تو ان کا ردِ عمل کیا ہوتا، وہ یہی تو کہتے کہ یہ بات عقل کے خلاف ہے اور ہم اسے تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں لیکن کیا ان کے اس قول کی بنا پر ایٹم بم کی تباہ کاریوں اور ہلاکت خیزیوں سے انکار کیا جا سکتا ہے اور کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایٹم کی یہ طاقت خلافِ عقل اور خلافِ علم و دانش ہے۔ خود اس دنیا میں جو واقعات روزمرہ ہمارے مشاہدہ میں آتے ہیں اور جن پر غور کرنے کی کبھی ہم نے ضرورت محسوس نہیں کی۔ تھوڑی دیر کے لئے فرض کر لیجئے کہ وہ ہمارے مشاہدے میں نہ آتے اور ہم سے

Marfat.com

ان کا ذکر کیا جاتا تو ہمارا ردِ عمل کیا ہوتا ۔ مثال کے طور پر درخت اگنے کا منظر ہمارے سامنے نہ ہوتا اور کوئی آکر ہم سے یہ کہتا کہ ایک ننھا سا بیج زمین میں ڈال دیا جائے تو چند دنوں کے بعد وہ بیج زمین کا سینہ پھاڑ کر ہیئت تبدیل کر کے باہر نکل آتا ہے ۔ پھر ایک تناور درخت کی شکل اختیار کرتا ہے ۔ پھل دیتا ہے اس کی لکڑی جلانے کے کام آتی ہے اور لوگ اس کے سائے میں بیٹھ کر سستاتے ہیں تو ہم کیا سوچتے ؟ یہی نا کہ یہ سب باتیں بے عقلی کی ہیں اور ہم اسے ماننے کے لئے تیار نہیں ، لیکن کیا ہمارے اس طرزِ عمل سے نفسِ واقعہ کو جھٹلایا جا سکتا ہے ؟ پس حقیقت یہ ہے کہ جو باتیں نادان عقل کے دائرہ کار ہی سے باہر ہیں ان کے متعلق جھٹ خلاف عقل بات ہونے کا فتویٰ صادر کر دینا یہ خود بے عقلی کی دلیل ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا کے سب سے بڑے حکیم اور عاقل انسان نے ہمیں یہی حکم دیا ہے کہ ہم توحید کے مسئلہ کو عقلی موشگافیوں سے بلند اور بالا سمجھیں ۔ حضورؐ نے فرمایا حضرت ابو ہریرہؓ اس کے راوی ہیں ۔

"شیطان تمہارے پاس آتا ہے اور کہتا ہے یہ چیز کس نے پیدا کی یا یہ چیز کس نے بنائی ؟ یہاں تک کہ کہتا ہے اچھا تو تمہارے پروردگار کو کس نے پیدا کیا ؟ جب یہاں تک نوبت پہنچے تو خدا کی پناہ لینا چاہیئے اور اس کے ساتھ سوال و جواب کا سلسلہ ختم کر دینا چاہیئے ۔"

Marfat.com

اس لئے حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے فرمایا

"پاک ہے وہ ذات جس نے مخلوق کے لئے اپنی پہچان کا راستہ اس کے سوا اور کچھ بتایا ہی نہیں کہ لوگ اس کی معرفت سے عاجز ہیں"۔

تو دل میں تو آتا ہے نظر میں نہیں آتا
میں جان گیا بس تری پہچان یہی ہے (اکبر الہ آبادی)

توحید کا عقلی ثبوت

عقل کو اگر بے عقلی سے استعمال نہ کیا جائے اور ان حدود کے اندر اس سے راہنمائی حاصل کی جائے جو فاطرِ کائنات نے اس کے لئے مقرر کر دیئے ہیں تو کوئی پیچیدگی پیدا نہیں ہوتی اور آدمی خود عقل کی روشنی میں صاف صاف اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ توحیدِ الوہیت کا عقیدہ فی الواقع فطرت انسانی کی آواز ہے۔ یہی وہ پابند حدود عقل تھی جو حضرت ابنِ عباس رضہ نے برتی تو اس نے انہیں اس نتیجے پر پہنچایا کہ مخلوقات کا سلسلہ ضرور کہیں نہ کہیں جا کر خالق پر ختم ہونا چاہئے پھر جس سے پہلے اور جس کے بعد کوئی نہ ہو وہی اول و آخر خدا کی ذات ہے اس کے لئے پھر خالق کا تصور کرنا مذہب تسلسل ہے اور علل میں یہ تسلسل واضح طور پر عقل کے خلاف ہے (ترجمان السنہ جلد اول)

حقیقت یہ ہے کہ عقل صحیح معنوں میں جلا ہی تب پاتی ہے جب وہ اپنے عجز اور درماندگی کا اعتراف کر کے اس خدائے بزرگ و برتر کے آگے سپر ڈال دے جو عقل بے مایہ کی ہر پرواز کی زد سے باہر ہے۔ اقبال مرحوم نے خوب کہا۔

در جہان کیف و کم گردید عقل — پے بہ منزل برد از توحید عقل
ورنہ ایں بے چارہ را منزل کجاست — کشتی ادراک را ساحل کجاست

یوں عقل جب اپنا دائرہ عمل متشخص کر کے سرگرم تفکر ہوتی ہے، تو اسے کائنات کا ذرہ ذرہ زبانِ حال سے توحید کی شہادت دیتا نظر آتا ہے۔ حضرت امام شافعیؒ سے ایک ملحد نے سوال کیا تھا کہ خدا کے وجود کی دلیل کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا یہ سامنے والا شہتوت کا درخت، وہ حیران ہو کر بولا کس طرح! حضرت امام رح نے کہا اس کے پتے دیکھو بظاہر کتنے حقیر نظر آتے ہیں لیکن ان کی گوناگوں خاصیتوں پر نگاہ ڈالی جائے تو انسان ورطہ حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔ ان پتوں کو ہرن کھاتا ہے تو یہ مشک بن جاتے ہیں۔ مکھی کھاتی ہے تو شہد بن جاتے ہیں۔ کیڑا کھاتا ہے تو ریشم بن جاتے ہیں۔ اور انہی پتوں کو جب بکری کھاتی ہے تو یہ مینگنیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ کیا یہ بات عقل میں آتی ہے کہ ان حقیر پتوں میں یہ متنوع خصوصیات آپ سے آپ آگئی ہیں اور کوئی ان کا پیدا کرنے والا نہیں ہے

Marfat.com

سبحان اللہ! حضرت امام شافعی رح نے توحید کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے کیا خوبصورت رستہ تجویز کر دیا ہے واقعہ یہ ہے کہ انسان اگر حیرت کدۂ کائنات کے اسرار و غوامض کا تصور کرے تو اس کی عقل بے اختیار پروردگارِ عالم کے حضور سربسجود ہو جاتی ہے۔ لوگ سائنسدانوں کی عقلیت کا دم بھرتے ہیں تو ذرا انہی سے دریافت کر لیں کہ اس کائنات کی بوقلمونیوں کا عالم کیا ہے۔ سائنس ہی نے تو یہ بتایا ہے کہ یہ زمین جس کے گوشے گوشے کو چاند اور سورج اپنی روشنی سے منوّر کر دیتے ہیں ہم سے علی الترتیب دو لاکھ چالیس ہزار اور نو کروڑ ۹۳ لاکھ میل دور ہیں ایسے ستارے بھی موجود ہیں جن کی روشنی اس ظلمت کدۂ عالم میں سوا چار سال میں پہنچتی ہے۔ حالاں کہ روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے یہ ان ستاروں کا حال ہے۔ جو سورج اور چاند کے بعد ہم سے سب سے زیادہ قریب ہیں سائنس بتاتی ہے کہ بعض ستارے ایسے بھی ہیں جن کی روشنی کہیں کروڑوں سال کے بعد دنیا تک پہنچ پاتی ہے اور کتنے ستارے ایسے ہیں۔ جن کی روشنی آج تک دنیا میں پہنچ ہی نہیں سکی۔ حالانکہ وہ اس وقت سے سرگرم سفر ہیں۔ جب سے یہ کائنات وجود میں آئی ہے ۔۔۔ یہ وسیع و عریض کارخانۂ قدرت جب انسان کے سامنے آتا ہے۔ تو اس کا سر بے اختیار خدائے واحد کی کبریائی کے آگے جھک جاتا ہے۔ اور اس کا دل بے ساختہ پکار

Marfat.com

اُٹھتا ہے تَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ ۔

توحید کی ایک اور دلیل

حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے ایک دفعہ ملحدین کا ایک گروہ پیش کیا گیا جو بغرضِ قتل گرفتار کر کے لایا گیا تھا۔ حضرت امام نے ان سے سوال کیا اگر کوئی شخص تمہارے سامنے یہ بیان کرے کہ میں نے ایک ایسی کشتی دیکھی ہے جو بغیر ملاح کے دریا کے ایک کنارے کا سامان دوسرے کنارے پر پہنچا رہی ہے تو تم اس شخص کے متعلق کیا رائے قائم کرو گے! انہوں نے جواب دیا کہ ہم میں سے کوئی بھی اس بات کو باور کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا اور ہم اسے بالکل خلاف عقل تصور کریں گے۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا تو پھر تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا ہے کہ تم ایک خود بخود چلنے والی کشتی کا تو تصور تک نہیں کر سکتے اور اس اتنے بڑے کارخانۂ عالم کے متعلق تمہارا خیال یہ ہے کہ یہ بغیر کسی خالق کے آپ سے آپ سرگرم کار ہے ملحدین کے سامنے جب یہ لاجواب دلیل آئی تو وہ سب کے سب الحاد سے تائب ہو گئے اور حضرت امام کے دستِ حق پرست پر مشرف باسلام ہوئے۔

آج کے اس دورِ الحاد پرور میں انسانوں نے فضاؤں میں تیرنا تو سیکھ لیا ہے مگر

Marfat.com

یہ انسانیت کی کتنی بڑی بدقسمتی ہے کہ بعض بے حد سادہ اور بدیہی یا افتادہ حقیقتیں ہماری نظروں سے اوجھل ہوگئی ہیں، شاید ہی کوئی شخص کسی گھر کا گھر والے کے بغیر کسی باغ کا مالی کے بغیر اور کسی گھڑی کا گھڑی ساز کے بغیر تصور کرسکتا ہو ہم سب مانتے ہیں کہ کوئی صنعت صانع کے بغیر قائم نہیں ہوسکتی مگر بڑے بڑے فضلائے عصر اس دنیائے رنگ و بو کے خود کار ہونے پر دلیلیں گھڑتے ہیں اور ان کے دامنِ علم و فضل پر کوئی داغ نمایاں نہیں ہونے پاتا۔

مولانا روم رح نے اسی دلیل کو بڑی عمدگی سے پیش فرمایا ہے کہتے ہیں :۔

تن بجاں جنبد نمی بینی تو جاں لیک از جنبیدنِ تن جاں بداں

جسم کا یہ چھوٹا سا کارخانہ روح کے بل پر کام کر رہا ہے مگر روح نظر نہیں آتی ہم اسے جسم کی حرکت اور زندگی سے شناخت کرتے اور اسی چیز کو روح کے وجود کی دلیل ٹھہراتے ہیں۔

پس یقیں در عقل ہر دانندہ است ایں کہ با خنبندہ، جنباندہ است

اسی طرح ہر دانشمند اسے ایک ثابت شدہ حقیقت سمجھتا ہے کہ جو چیز حرکت کر رہی ہے ضرور کوئی نہ کوئی طاقت اس کے پس پردہ کارفرما ہے۔

روح ہمیں نظر نہیں آتی مگر ہم اسے جسمانی زندگی کے مظاہر سے شناخت کر لیتے

Marfat.com

ہیں، عقل کا کوئی ٹھوس وجود نہیں ہے مگر ہم بعض علامات سے عقل اور بے عقلی کو مشخص کرتے ہیں۔ مولانا روم فرماتے ہیں کہ اسی طرح خدا بھی نظر نہیں آتا۔ اور ہم اسے اپنی مادی آنکھوں سے دیکھنے کے متحمل نہیں ہیں مگر کائنات کے یہ گوناگوں مظاہر پکار پکار کر اس کے جلالی و جبروت اور اس کی ہیئت و قدرت کی شہادت دے رہے ہیں اور یہی اس کی ہستی کی بیّن اور روشن دلیل ہے۔

○

خدا کی صفات

آپ ایک ٹائم پیس کو اُٹھا کر دیکھیں اس میں چھوٹے بڑے لاتعداد کل پرزے ایک دوسرے کے ساتھ پیوست ہو کر کام کرتے ہیں آپ کا دماغ اس نازک مشینری کو دیکھ کر دنگ رہ جائے گا اور سب سے پہلا تاثر آپ یہ قبول کریں گے کہ اس ٹائم پیس کو جس شخص نے بنایا ہے وہ بڑا ہی کاریگر اور اپنے فن میں بڑا ہی ماہر ہے آپ ایک لحظہ کے لئے بھی یہ نہیں سوچیں گے کہ اس کا بنانے والا کوئی بے شعور اور بے حس کاریگر ہو سکتا ہے اس مثال کو سامنے رکھ کر آپ اپنے اردگرد پھیلی ہوئی کائنات پر نگاہ ڈالیے نیرنگیِ قدرت کا

Marfat.com

نظارہ کیجئے اور پھر تھوڑی دیر کے لئے سوچ کر بتلائیے آپ کا دل کیا گواہی دیتا ہے کیا یہ کہ اس دنیا کو معرضِ وجود میں لانے والی ہستی خاکم بدہن کوئی اندھی بہری اور گونگی ہستی ہے یا وہ کمال اور جمال کی جملہ صفات سے آراستہ ہے؟ میرا خیال ہے کہ ہر سوجھ بوجھ رکھنے والا آدمی اس بات سے اتفاق کرے گا کہ اس کائنات کا خالق تمام تر صفت اور تمام تر خوبی ہے۔

حضرت امام مالکؒ نے خدا کے وجود اور اس کی صفات پر گفتگو کرتے ہوئے ایک خوب بات فرمائی انہوں نے فرمایا کہ ابتدائے آفرینش سے اب تک جتنے انسان پیدا ہوئے ہیں۔ ان کی تعداد شمار سے باہر ہے لیکن یہ عجیب ماجرا ہے کہ ہر انسان کا چہرہ دوسرے انسان سے کسی نہ کسی حیثیت میں مختلف ہے ـــــ انسانی چہرہ جس میں لب رخسار اور چشم و دندان نظر آتے ہیں ایک چھوٹی سی چیز ہے لیکن خالق کائنات ہر چہرہ کے اندر کوئی نہ کوئی ایسی امتیازی شان پیدا کر دیتے ہیں کہ وہ دوسرے انسان سے بآسانی ممیز ہو سکتا ہے جس خالق کی قدرت اور طاقت اور حسنِ تخلیق کا یہ عالم ہو عقل انسانی اس کی بے حد و حساب صفتوں کا کیا اندازہ لگا سکتی ہے تا آنکہ وہ خود ہی ان کو بیان نہ فرمائے۔

بعض مذاہب اور فلسفے جس خالق کو مانتے ہیں ان کے نزدیک نظام عالم سے

Marfat.com

اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اس نے سب کچھ یا تو اپنے چند مقرب بندوں کو سونپ رکھا ہے یا چند دیوتا مقرر کر دیئے ہیں جو دنیا کے مختلف شعبوں کی نگرانی کر رہے ہیں لیکن آدمی کچھ بھی غور کرے تو ایک حقیر ذرہ سے لے کر خورشید درخشاں تک اسی ایک کی یکتائی نظر آتی ہے۔

"لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرے کا دل چیریں"

اس لئے ہے کہ یہ سارا کارخانہ براہِ راست اس ایک خدا کی مرضی اور مشیت کے تحت چل رہا ہے ورنہ عناصر کا یہ حیرت انگیز توافق باہمد گر ایک دوسرے سے کواپریشن سورج کے طلوع و غروب کا نظام گردشِ لیل و نہار باد و باراں کے کرشمے اور برق و خرمن کی آویزش کے مظاہرے ایک لمحہ کے لئے بھی قلب انسانی کو حیرت و مسرت کے ملے جُلے جذبات سے معمور نہ کرتے۔

ہم خدا کو نہیں دیکھ سکتے لیکن اس کی رحمت اور ربوبیت کا ہر آن مشاہدہ کر سکتے ہیں اس کی بے پناہ طاقتوں کی جھلکیاں دیکھ سکتے ہیں۔ اس کے جلوہ ہائے حکمت و قدرت سے ہر گھڑی ہماری آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں ـــــ پس دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم مجرد ایک طاقت کی پرستش نہ کریں بلکہ خالق کی ان ساری صفتوں پر ایمان لائیں جو قرآن میں بیان ہوئی ہیں اور جو شب و روز نوعِ انسانی پر پرتو فگن ہیں۔ اسی طرح ہم اس

Marfat.com

سے اپنا صحیح تعلق استوار کر سکتے ہیں اور اسی سے ہمارے دل میں اس کی محبت اور اس کا خوف پیدا ہو سکتا ہے۔

ایمان باللہ کا اوّلین تقاضا

توحید کے معاملے میں اسلام انسانوں کو صرف یہیں لا کر نہیں چھوڑ دیتا کہ وہ عقلی طور پر خدا کے وجود پر مطمئن ہو جائیں اور شک و شبہ کا کوئی کانٹا ان کے دل و دماغ میں کھٹک پیدا نہ کرے بلکہ وہ ایک قدم اور آگے بڑھ کر یہ مطالبہ پیش کرتا ہے کہ جب تم دنیا کی اس سب سے بڑی سچائی پر ایمان لے آئے تو اب تمہارا فرض یہ ہے کہ اپنی زندگی کے کسی لمحہ میں بھی اس حقیقتِ عظمیٰ کو اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دو۔ تم جہاں ہو جس حال میں ہو یہ عقیدہ تمہارے ذہن میں تازہ رہنا چاہیئے کہ تم ایک آقا کے بندے اور ایک مالک کے غلام ہو۔ اور اس کی اطاعت اور وفاداری کا عہد کر چکے ہو۔ توحید پر ایمان لانے والے افراد کی مثال ایک پیاسے کی ہونی چاہیئے کہ وہ جس کام میں بھی مشغول ہو پانی کا تصور اس کے ذہن سے اوجھل نہیں ہونے پاتا۔ اسی طرح ایک موحد بھی بظاہر ایک دکان پر بیٹھ کر گاہکوں کو سودا دے رہا ہوتا ہے یا کسی دفتر میں ملازمت کے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہوتا ہے لیکن اس وقت

Marfat.com

بھی درحقیقت اس کے رگ و ریشہ میں خدا کا تصور اور اسی کا ذکر جاری و ساری ہوتا ہے وہ دنیا کے دھندوں میں الجھ کر بھی اپنے آقا و مولا کی اطاعت سے غافل نہیں ہوتا ___ یہی وہ کیفیت ہے جسے

"دل بہ یار و دست بکار"

سے موسوم کیا جاتا ہے اور یہی وہ مقام عبدیت ہے جو صوفیاء کے نزدیک "خلوت در انجمن" کے نام سے مطلوب اور محبوب ہے۔ قرآن حکیم نے بھی کہا۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

وہ لوگ کہ جنہیں خرید و فروخت اور سوداگری خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتی دراصل وہی لوگ ہیں جو ایمان باللہ کی باریکیوں اور نزاکتوں کے صحیح معنی میں رمز آشنا ہیں۔

(ہمہ وقت عقیدۂ توحید کو تازہ رکھنے کی ضرورت اور اہمیت بلکہ فرضیت احادیث نبوی سے ثابت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ" قولی ذکر تو یہ ہے کہ ہم زبان سے بار بار خدا کی حمد و تسبیح کریں اٹھتے بیٹھتے وہ کلمات دہرائیں جو حضور نے تلقین فرمائے ہیں اور عملی ذکر یہ ہے کہ ہم چوبیس گھنٹوں میں ہر لمحہ اپنی عادات و اطوار، مشاغل و معاملات، پسند اور ناپسند اور جملہ اقوال و افعال میں

Marfat.com

خدا کی بندگی اور غلامی کو پیش نظر رکھیں اور اپنی سیرت و کردار کے جملہ پہلوؤں کو ذکر کے نور سے منور کر دیں۔ اپنے بال بچوں میں دکان پر، درسگاہ میں اور حکومت کی کرسی پر ہر جگہ ہم اپنے عمل سے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللہ کی حقیقت کو تازہ کرتے رہیں، حتیٰ کہ یہ عقیدہ ہمارا جزو عمل بن جائے کہ

ہر دم لحہ نہ ہے مرا کفر میں شامل اے دوست
دل تری یاد سے جس میں ہو اغافل اے دوست

خدا کی محبت

دوسرے عقائد و تصورات کے معاملے میں صرف دماغی طور پر مطمئن ہو جانا کافی سمجھا جاتا ہے کوئی شخص عقلی طور پر کمیونزم یا سوشلزم کا قائل ہو جائے تو یہی چیز اسے کمیونسٹ یا سوشلسٹ بنانے کے لئے کافی ہے لیکن اسلام نے عقیدۂ توحید کے جو لوازمات ہمارے سامنے پیش کئے ہیں ان کی رو سے دماغ ہی کو نہیں دل کو بھی اور اعضا و جوارح ہی کو نہیں روح کو بھی اس سرور و کیف سرمدی سے سرشار بنانا ضروری ہے جب تک توحید کا اعتقاد ایک مسلم کے دل میں جذبہ کی شکل اختیار نہ کرے اس کا ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ ابن مسعود کا یہ قول الیقین الایمان کلہ یقین

ہی ایمان کی روح ہے"۔ دراصل اسی کیفیت کا ترجمان ہے، اسلام چاہتا ہے کہ ہم اپنے ایمان کی تعمیر دلائل سے زیادہ یقین کی بنیاد پر کریں جب ہمیں توحید پر یقین حاصل ہو جائے گا تو اس کے لئے دلائل آپ سے آپ ہمارے سامنے آتے جائیں گے۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی نے صحیح فرمایا کہ دلیل و برہان کی بنیاد پر حاصل ہونے والا ایمان قابلِ اعتماد نہیں ہوتا کیونکہ وہ دلیل کے ساتھ گھومتا رہتا ہے ـــــ دلائل پرست کا ایمان کبھی خطرات سے بے خطر نہیں ہو سکتا" ـــــ یقین کی یہ دولت اسی وقت ہاتھ آتی ہے جب آدمی دماغی طور پر ہی نہیں قلبی طور پر عقیدۂ توحید کی تصدیق کرے اور خدا کو ماننے ہی نہیں بلکہ اس سے دنیا کی تمام چیزوں سے بڑھ کر محبت کرے، قرآن میں ایمان والوں کی جو صفتیں بیان ہوئی ہیں ان میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ وہ خدا سے سب سے بڑھ کر محبت کرنے والے ہوتے ہیں۔

بعض لوگوں کے نزدیک محبت شاید یہ ہے کہ انسان ترکِ دنیا کر کے کسی گوشہ میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنا شروع کر دے اور بیوی بچوں کو کس مپرسی کی حالت میں چھوڑ چھاڑ کر فرار کی راہ اختیار کرے یہ محبت نہیں بلکہ احکام خداوندی سے انحراف ہے اور جو شخص اس کا مرتکب ہوتا ہے وہ یقیناً خدا کے نزدیک سزا کا مستوجب ہے اسلام یہ نہیں چاہتا کہ ہمارے دل میں بیوی بچوں کی محبت سرے سے ہی نہ ہو یا ہم کاروبار

دنیا میں مشغول ہی نہ ہوں۔ امام ابن تیمیہ رح نے خوب فرمایا کہ انبیاء تبدیلِ فطرت کے لئے نہیں بلکہ تکمیل فطرت کے لئے تشریف لائے ہیں اگر محبت الٰہی کا یہ مفہوم صحیح قرار دیا جائے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آدمی کو اپنی فطرت کے خلاف اعلانِ جنگ کرنے کے لئے ابھارا جائے۔ پس حقیقت میں محبت اس کو نہیں کہتے۔ محبت یہ ہے کہ ہم دنیا میں رہیں بیوی بچّوں کے حقوق ادا کریں۔ تمام فطری علائق سے متعلق رہیں مگر جب خدا کی محبت اور ان چیزوں کے درمیان کسی ایک کو ترجیح دینے کا سوال پیدا ہو تو ہم دنیا کے سارے تعلقات اور دنیا کی ساری رشتہ داریوں اور دوستیوں کو خدا کے رشتے میں قربان کردیں۔ زندگی جیسی محبوب متاع ہے اگر اس کے نام پر ہاتھ اٹھانا پڑ جائیں تو ہمیں اس میں بھی تامل نہ ہو اور خدا کی راہ میں جان دے دینے کے بعد بھی ہمارے احساسات کا عالم یہ ہو کہ

جان دی۔ دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

خدا کی محبّت کا صحیح تصوّر

خاتم الانبیاء سید البشر آنحضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے بڑھ

کہ کسی کو خدا سے محبت ہو گی لیکن وہ تجارت بھی کرتے تھے بیوی بچّے بھی رکھتے تھے، دنیا کی جائز لذتوں اور راحتوں سے متمتع بھی ہوتے تھے اور اس کے باوجود انہیں خدا کی محبت کا وہ بلند مقام حاصل تھا جس پر آسمان کے فرشتے بھی رشک کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ خدا کی محبت دوسری تمام محبتوں کی نقیض نہیں ہے اس کا تقاضا فقط یہ ہے کہ دوسرے تمام تعلقات اس کے تحت ہوں وہ جس تعلق کو جوڑنے کا حکم دے اُسے جوڑا جائے اور جس تعلق کو توڑنا چاہے اسے توڑ دیا جائے ایک مومن اس طرح جب خدا کے اذن اور فرمان کے تحت بیوی بچّوں سے محبت کرتا ہے۔ کوئی دکان کھولتا یا کھیتی باڑی کرتا ہے تو اس کے یہ سب کے سب کام خدا کے نزدیک پسندیدہ ہوتے ہیں اور ان میں ایک ایک صرف شدہ لمحہ حاصل محبت قرار پاتا ہے۔

بیٹے سے محبّت کرنا اسی نے سکھایا ہے۔ اس کے لئے جو حدیں اس نے مقرر کر دی ہے اگر آپ اس کی پابندی کریں تو مستحق اجر ٹھہریں گے۔ بس اس کا مطالبہ اتنا ہے کہ بیٹے کی یہ محبت خدا کے رستے میں حائل نہیں ہونی چاہیئے بلکہ وہ حکم دے تو اپنے ہاتھ سے بیٹے کی گردن پر چھری چلانے کے لئے بھی تیار ہو جانا چاہیئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ہمارے سامنے ہے۔ بڑھاپے میں انہیں اسمٰعیل جیسا فرزند عطا ہوا خلیل اللہ کو اپنے اس یانہ فرزند سے جو محبت ہو سکتی ہے اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا لیکن

Marfat.com

جب بارگاہِ الٰہی سے اشارہ کیا گیا تو حضرت ابراہیمؑ نے خود اپنے ہاتھوں بیٹے کی گردن پر چھری چلا دی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق تاریخ اسلام کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ ان کے صاحبزادے نے ان سے عرض کی ابا جان! حالتِ کفر میں ایک دفعہ میں کفار کی طرف سے لڑ رہا تھا کہ اثنائے جنگ میں آپ میرے سامنے آ گئے میں چاہتا تو آسانی سے آپ پر ہاتھ اٹھا سکتا تھا لیکن باپ کی حیثیت سے آپ کا مقام نظر میں پھر گیا اور میں اپنے ارادے سے باز آ گیا۔

حضرتِ صدیق اکبرؓ فرمانے لگے۔ بیٹا! تم نے تو مجھے باپ سمجھ کر چھوڑ دیا لیکن میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم میرے سامنے آ جاتے تو میں تلوار سے تمہاری گردن اڑا دیتا۔

یہی وہ مقام ہے جس پر فائز ہونے کے بعد ایک بندۂ مومن خود خدا کا محبوب بن جاتا ہے اور حدیثِ نبوی کے مطابق اللہ تعالیٰ اس کی آنکھ اس کی زبان اس کے ہاتھ اور اس کے پاؤں بن جاتا ہے وہ وہی کچھ دیکھتا، بولتا اور کرتا ہے جو خدا کی رضامندی اور پسند کے عین مطابق ہو۔

توحید پر استقامت

عقیدۂ توحید کے سلسلے میں ایک اور لازمی شرط استقامت کی ہے اور اس سے

Marfat.com

مرلو یہ ہے کہ آدمی اس رستے میں آنے والی تمام تکلیفوں اور مصیبتوں پر ثابت قدمی دکھائے اور حالات کی سنگینی اور نزاکت کے باوجود اس کے اطمینان اور یقین میں کمی واقع نہ ہو بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ شاید توحید کا اقرار کر لینا ایک آسان کام ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ وہ منزل ہے جس پر پہنچنے کے لئے ؎

"شرط اول قدم ایں است کہ مجنوں باشی"

کا نقطۂ نظر بہت ضروری ہے۔

آپ غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ کلمۂ توحید کے دو اجزاء ہیں سب سے پہلا جز نفی کا ہے یعنی کوئی خدا نہیں اور دوسرا اثبات کا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ

"سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے"

جب آدمی پورے شعور کے ساتھ ماسوا اللہ کی خدائی کا انکار کرتا ہے تو اس کے اردگرد "اَنَا وَلَا غَیْرِیْ" کا ڈنکا بجانے والے تمام جھوٹے خدا بپھر جاتے ہیں اور وہ اسے ہر ممکن طریقے سے جادۂ راستی سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ برادی الگ طیش میں آجاتی ہے جب اس کے غلط رسم و رواج پر ضرب پڑتی ہے چوہدری الگ درپے آزار ہو جاتے ہیں۔ جب ان کے حلقۂ اطاعت سے نکلنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ غلط نظام حکومت ایسے باغی کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں

Marfat.com

ہوتا اور اس اعلان کے بعد سب سے بڑھ کر خود انسان کا اپنا نفس ایمان ہ۔
بن جاتا ہے اور قدم قدم پر ایک بندۂ مسلم کو شکست دینے کی کوشش کرتا ہے۔
غرضیکہ ایک غلط ماحول میں توحید پر ایمان لانے والا شخص اپنے آپ کو انسانوں
کی بجائے جنگل کے درندوں میں گھرا ہوا محسوس کرتا ہے اور اس کی ساری زندگی
ایک مستقل امتحان اور آزمائش میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

توحید کے رستے میں یہ سارے مرحلے "نفی" کے جزو کا لازمی نتیجہ ہیں آپ ان
سے گزر کر ہی اثبات تک پہنچ سکتے ہیں۔ شرک سے پوری طرح پاک وصاف ہونے کے
بعد ہی توحید کامل کی منزل آئے گی اور شرک سے بچنے کے لئے ان آزمائشوں اور
امتحانوں کا سامنا کئے بغیر چارہ نہیں۔ اقبال مرحوم نے ٹھیک کہا تھا۔

چو مے گویم مسلمانم بلرزم   کہ دانم مشکلات لا اِلٰہ را

خود آنحضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کے ساتھ ساتھ استقامت کا ذکر کیا ہے
صحیح مسلم میں حضرت ابو عمرۃ سفیان بن عبداللہ سے روایت ہے۔
کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو اسلام کے بارے میں ایسی
بات بتلا دیجئے کہ میں پھر کسی سے نہ پوچھوں آپ نے فرمایا۔ قُلْ
اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسْتَقِمْ کہو میں اللہ پر ایمان لایا اور اس کے

Marfat.com

بعد ثابت قدم رہو۔

قرآن مجید میں اسی بات کو یوں فرمایا گیا:۔

"انہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ پھر ثابت قدم رہے تو نہ ان کو خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہی لوگ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، یہ اس کا بدلہ ہے جو وہ کرتے تھے"

(احقاف۔ ع ۳)

ایں شربت عاشقی ست خسرو　　بے خونِ جگر چشید نتواں

حفظ و نشر توحید

توحید کے تقاضے یہیں آکر ختم نہیں ہو جاتے کہ ایک آدمی خود اپنی ذات کی حد تک ان پر عمل پیرا ہو جائے اور یہ سمجھے کہ بس میرے خدا کو یہی کچھ مطلوب تھا، اور مجھ پر جو فرائض عائد ہوتے تھے وہ ادا ہو گئے جو شخص یہ سمجھتا ہے وہ ابھی توحید کی منزل حقیقی منزل سے کوسوں دور ہے اسلام صرف اسی بات پر مطمئن نہیں ہو جاتا وہ اور آگے بڑھتا ہے اور یہ مطالبہ کرتا ہے کہ جب تم خود ایمان لا چکے تو اب تمہارا فرض ہے کہ دوسروں کو بھی اس سرچشمۂ فیض سے سیراب ہونے کی تلقین کرو۔

Marfat.com

لوگوں کو خالقِ کائنات کی بندگی پر اُبھارو اور جب تک دنیا میں کفر و شرک کے پرچم سرنگوں نہ ہو جائیں تم توحید کی دعوت دینے سے باز نہ آؤ۔ قرآنِ حکیم نے امتِ مسلمہ کا مقصدِ وجود بتاتے ہوئے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ

آنحضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم کر دی گئی اب دنیا کو توحید کی طرف بلانے کا کام آپ کی امت کے سپرد کیا گیا ہے۔ اور اُمتِ مسلمہ بحیثیت مجموعی اور اس کا ایک ایک فرد اپنی انفرادی حیثیت میں اس فریضہ کی ادائیگی کا ذمہ دار ہے۔ علامہ اقبال مرحوم نے رموزِ بے خودی میں مسلمانوں کو ان کا یہی منصب یاد دلانے کی کوشش کی ہے۔

می ندانی آیہ اُمّ الکتاب　　امتِ عادل ترا آمد خطاب

آب و تاب چہرۂ ایام تو　　در جہاں شاہد علی الاقوام تو

اور یہ کہ

زانکہ در تکبیر راز بود تست　　حفظ و نشر لا الٰہ مقصود تست

تا نہ خیزد بانگ حق از عالمے　　گر مسلمانی نیاسائی دمے

Marfat.com

مسلمانوں کا یہ وہ فریضہ حیات ہے جو کسی حال میں بھی ساقط نہیں ہوتا۔ حالا
سازگار ہوں یا نہ ہوں ذرائع و وسائل حاصل ہوں یا ان کا فقدان ہو ہر حال میں توح
کی تبلیغ ضروری ہے۔

آج جب کہ دنیا نے پھر سے بے شمار بت گھڑ لئے ہیں کہیں سرمایہ و دولت کی پرستش ہو رہی ہے اور کہیں قبیلہ و خاندان اور رنگ و نسل کی کہیں وطن کی خاک کو دیوتا بنا کر پوجا جا رہا ہے اور کہیں کمیونزم اور سوشلزم کو لات و منات کی حیثیت دے دی گئی ہے۔ ضرورت ہے کہ مسلمان اپنا مقام پہچانیں اور دنیا کے سومنات میں پھر سے توحید کی اذان پکارنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں۔

فکرِ انساں بُت پرستے بُت گرے ہر زماں در جستجوئے پیکرے
باز طرحِ آذری انداخت است تازہ تر پروردگارے ساخت است
اے کہ خوردستی زمینائے خلیلؑ گرمیِ خونت ز صہبائے خلیلؑ
بر سرِ ایں باطلِ حق پیرہن تیغِ لا موجود الا ہو بزن
جلوہ در تاریکیِ ایام کن آنچہ بر تو کامل آمد عام کن

(اقبال رح)

Marfat.com

انسانی زندگی پر عقیدۂ توحید کا اثر

فقر اور احتیاج انسان کی سرشت میں داخل ہے وہ ہزار ترقی کر جائے لیکن کسی کے آگے جھکنے اور کسی نہ کسی کو معبود بنانے سے باز نہیں آ سکتا۔ وہ آگ کو دیکھتا ہے کہ اس سے کتنی ہی انسانی ضروریات وابستہ ہیں تو اسے ہی پوجنا شروع کر دیتا ہے سورج اور چاند اسے دنیا کے لئے فیض رساں نظر آتے ہیں تو ان کے آگے گر پڑتا ہے۔ گنگا اور جمنا کے ذریعے فصلوں کو لہلہاتے اور انسانوں کو اپنی پیاس بجھاتے دیکھتا ہے تو انہیں ہی اپنا حاجت روا اور مشکل کشا مان لیتا ہے اور کبھی کبھی اس مقام سے بھی گر کر اپنے جیسے انسانوں کے حضور ماتھا ٹیکتا ہے بلکہ اپنے ہاتھوں مٹی کے مجسمے تراشتا اور ان کے آگے ڈنڈوت بجا لاتا ہے آج دنیا نے بہت کچھ ترقی کر لی ہے لیکن اس کے باوجود آدمیت فقر اور احتیاج سے اپنے آپ کو نہیں چھڑا سکی۔ آج بھی آپ غور سے دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اسلوب اور انداز تو ضرور بدل گیا ہے لیکن پرستش اور انسان کے احساسِ عبدیت میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا۔ لوگ آج بھی ہیرو ورشپ میں مبتلا ہیں، دولت اور سرمایہ کو عمل سے اپنا معبود بنائے ہوئے ہیں۔ کہیں دھرتی ماتا کی پوجا ہو رہی ہے اور کہیں سائنس کو خدا کی جگہ دے

دی گئی ہے۔

انسانی فقر و احتیاج کو ان غلط راستوں سے پورا کرنے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے، کہ آدمی بے شمار چوکھٹوں پر جبہ سائی کرنے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے اور خواہشات نفس اور معاشرے کی تمام غلط طاقتیں اس کی خدا بن جاتی ہیں اور اس طرح ایک انسان سینکڑوں مصنوعی خداؤں میں گھر کر رہ جاتا ہے۔ عقیدۂ توحید کا سب سے پہلا اثر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انسان ان بے شمار بناوٹی آقاؤں کی غلامی سے نکل کر صرف ایک آقا اور ایک مالک کا بندہ بن جاتا ہے۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

جب ایک بندۂ موحد اس حقیقت پر ایمان لے آتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی نافع و ضار نہیں کوئی نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ سود و زیاں سب اسی کے اختیار میں ہے تو وہ کسی سے خوف نہیں کھاتا اور سخت مشکل سے مشکل حالات میں بھی اس کے حوصلے پست نہیں ہوتے۔ فرعون و نمرود ہوں یا قارون و ہامان وہ کسی کے سامنے اپنا سر جھکانے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اس کے پیش نظر خدا کا یہ فرمان ہوتا ہے کہ

"فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ" اگر تم مومن ہو تو ان سے

خوف نہ کرو مجھ سے خوف کرو۔ وہ دنیا کے سب سے بڑے موحد کے اس ارشاد کو اپنے لئے مشعل راہ بناتا ہے کہ

"اگر سب بندے مل کر کوشش کریں کہ تجھے اس چیز سے نفع پہنچائیں جو اللہ نے تیرے لئے مقدر نہیں کی تو وہ ایسا کرنے کی قدرت نہیں پائیں گے اور اگر سب بندے مل کر تجھے کسی چیز سے ضرر پہنچانے کی کوشش کریں جو اللہ نے تیرے لئے مقدر نہیں کی تو وہ اس پر قدرت نہ پائیں گے (حدیث نبوی۔ روایت از حضرت عبداللہ ابن عباسؓ)

خدا پر ایمان لانے کے بعد جب انسان کے دل سے ماسوا اللہ کا ڈر اور خوف نکل جاتا ہے تو وہ قیصر و کسریٰ کے دربار میں قالینوں کو نیزے سے چھیدتا ہوا جاتا ہے اور بغیر کسی جھجک کے بادشاہ کے ساتھ تخت پر جا بیٹھتا ہے دشمن سوتے میں اس کی تلوار پر قبضہ کر لیتا ہے اور اسے جگا کر شمشیر بدست سوال کرتا ہے "بتاؤ! اب تمہیں کون بچا سکتا ہے" اور وہ اطمینان سے جواب دیتا ہے "اللہ"، دشمن کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ جاتی ہے وہ بڑے بڑے جباروں کو برسر مجلس ان کی غلط کاریوں پر ٹوک دیتا ہے اور ان کے جاہ و جلال اور خزانے اور لشکر سے مرعوب نہیں ہوتا اس کی زندگی میں یہ حیرت انگیز انقلاب اسی لئے رونما ہوتا ہے کہ وہ خدا کے سوا کسی کا

Marfat.com

خوف نہیں کھاتا اور دنیا اور دنیا والوں سے ڈرنا اس کے نزدیک حرام ہوتا ہے۔

موحد کہ در پائے ریزی زرش و گر آرہ می نہی بر سرش
امید و ہراسش نہ باشد زکس ہمیں است بنیادِ توحید و بس

جب مشکلات اس پر یورش کرتی ہیں اور وہ گھبرا کر دنیاوی سہاروں پر تکیہ کرنے کا خیال دل میں لاتا ہے انسانوں اور اپنے جیسے انسانوں کی پناہ ڈھونڈنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے تو دفعتاً اپنے رب کا یہ فرمان اس کے سامنے آجاتا ہے۔ "اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ" کیا میں اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہوں —— تو اس کے ڈگمگاتے ہوئے قدم جم جاتے ہیں اور اس کی روح ایک ان جانے سرور سے جھوم اٹھتی ہے۔

وہ غریب اور مفلس ہوتا ہے فاقے کرتا اور پیٹ پر پتھر باندھتا ہے دنیا کی لذتیں اور راحتیں اسے نصیب نہیں ہوتیں لیکن خدا کے رازق ہونے کا تصور اس کی غیرت کو اس حد تک جلا بخش دیتا ہے کہ اس کے نزدیک کسی کے آگے دست سوال دراز کرنا عقیدۂ توحید کے منافی ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر اس کے ہاتھ سے کوڑا بھی گر جائے تو وہ خود اتر کر اسے اٹھا لیتا ہے لیکن کسی سے کوڑا اٹھانے کی درخواست نہیں کرتا۔

"ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے مجھے بُلایا اور مجھ سے یہ شرط کی کہ دیکھنا کسی سے کچھ سوال نہ کرنا" میں نے کہا قبول ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تمہارے ہاتھ سے کوڑا گر پڑے تو اپنا کوڑا بھی نہ مانگنا یہاں تک کہ اُترنا اور اس کو خود اٹھا لینا"۔

اسے دنیا میں جاہ و منزلت حاصل ہوتی ہے دنیا بھر کے ذرائع و وسائل سے مہیا ہوتے ہیں تمام کائنات اس کی چاکر اور غلام ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود اس کے دل میں تکبر کا شائبہ تک نہیں ہوتا وہ لوگوں میں مال تقسیم کرتا ہے لیکن ساتھ ہی بتاتا جاتا ہے کہ یہ مال میرا نہیں خدا کا ہے

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو مال تقسیم کرتے تو ساتھ یہ بھی فرماتے "اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ" دیکھو میں تو صرف ایک تقسیم کرنے والے کی حیثیت رکھتا ہوں۔ دراصل دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے"۔

عقیدۂ توحید کو زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنا لینے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان طاقت اور مقام و مرتبہ کے نشہ میں سرمست نہیں ہونے پاتا۔ بڑے بڑے بادشاہ اس کا نام سن کر کانپ جاتے ہیں۔ اسے فتوحات پر فتوحات حاصل ہو رہی ہوتی ہیں

Marfat.com

لیکن وہ ان کامیابیوں کو خلقِ خدا پر رعب گانٹھنے کا ذریعہ نہیں بناتا اور بھرے مجمع میں یہ اعلان کرتا ہے کہ

"لوگو! اگرچہ آج میں تمہارا خلیفہ ہوں لیکن مجھے خوب یاد ہے کہ میں کل تک بکریاں چرایا کرتا تھا۔"

غربت اور تنگدستی میں بھی اس کا دل سکون اور اطمینان سے معمور ہوتا ہے وہ معاشی بدحالی اور خستگی کے باعث ناشکرا اور بے صبر نہیں ہونے پاتا وہ ہر حال میں قناعت کرتا اور اپنے آقا اور مالک کا شکر ادا کرتا ہے شکوہ و شکایت کا کوئی لفظ اس کی زبان پر نہیں آتا اور یہ یقین اسے صبر و شکر اور قناعت کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے کہ رازقِ کائنات نے میرے لئے جو رزق مقدر کیا ہے وہ مجھے مل کر رہے گا اور اگر وہی یہ چاہتا ہے کہ میں افلاس و ناداری میں مبتلا رہوں تو دراصل اسی میں میرے لئے خیر اور برکت پوشیدہ ہے یہ حدیثِ قدسی اس کا جزوِ ایمان ہوتی ہے کہ

"حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے بندوں میں کوئی ایسا بھی ہے کہ تونگری یا غنا کے سوا کوئی چیز اس کو صالح نہیں کر سکتی اگر میں اس کو فقیر کر دوں تو یہ فقر اس کے ایمان کو بگاڑ دے اور کوئی ایسا بھی ہے کہ اس کو فقیری و دردمندی کے سوا کوئی چیز نیک نہیں بنا سکتی اگر میں اس کو غنی کر

دوں تو غنا اس کے ایمان کو فاسد کردے اور کوئی ایسا بھی ہے کہ اس کو صحت و تندرستی کے سوا کوئی چیز درست نہیں رکھ سکتی اگر میں اس کو بیمار کردوں تو وہ بیماری اس کے ایمان کو بگاڑ دے اور کوئی ایسا بھی ہے کہ بیماری کے سوا کوئی چیز اس کے ایمان کو درست نہیں رکھ سکتی اگر میں اس کو تندرست رکھوں تو یہ تندرستی اس کے ایمان کو فاسد کردے مجھے اپنے بندوں کے احوال سے پوری آگاہی ہے اور میں ان کے مطابق اپنا کام کرتا ہوں" (حدیث الولی)

وہ سربراہ آرائے حکومت ہوتا ہے تو خوف خدا اس کے اندر ذمہ داری کا وہ احساس پیدا کر دیتا ہے کہ رعایا کے ایک ایک فرد کی ضروریاتِ زندگی لئے اپنے سامنے نظر آتی ہیں وہ یہاں تک سوچتا ہے کہ

"اگر دجلہ کے کنارے کوئی کتا بھی بھوک سے مرگیا تو عمر رضی سے اس کی بھی بازپرس ہوگی"

وہ حکومت کے خزانے کو باپ دادا کی جاگیر سمجھنے کی بجائے "مال یتیم" قرار دیتا ہے جس کو ہڑپ کرنا اس کے نزدیک پیٹ میں جہنم کے انگارے بھرنے کے مترادف ہوتا ہے۔ اس سے سرکاری کام کے لئے ضرورت سے قدرے زائد

Marfat.com

کاغذ بھی طلب کیا جائے تو یہ فرمان جاری کرتا ہے کہ

"قلم زنگ کر دو اور گٹھا ہوا لکھو اور ایک پرچہ میں بہت سی ضرورتیں لکھ دیا کرو اس لئے کہ مسلمان کو ایسی لمبی چوڑی باتوں کی ضرورت نہیں جس سے خواہ مخواہ بیت المال پر بار پڑے"۔

(سیرت عمر بن عبدالعزیز رح صفحہ ۶۴)

وہ سرکاری خزانے سے کوئی بھاری مشاہرہ نہیں لیتا۔ فقط اتنا ہی لیتا ہے جس سے اس کی گذر بسر ہو سکے اور جب وفات کا وقت آتا ہے تو ورثاء کو حکم دے جاتا ہے کہ میں نے بیت المال سے اب تک جو کچھ لیا ہے اس کا حساب کر لیا جائے اور کل رقم میری ذاتی ملکیت سے واپس کر دی جائے۔ وہ اپنی بیٹی کو وصیت کرتا ہے "جب میں وفات پا جاؤں تو مسلمانوں کے برتن، ان کا غلام، ان کی اونٹنی۔ انکی چکیاں اور ان کی دو (۲) چادریں" جو میں اوڑھنے اور بچھانے کے لئے استعمال کرتا تھا۔ واپس کر دی جائیں (حضرت عائشہ رض کے نام حضرت ابوبکر صدیق رض کی وصیت)

ایک خدا، ایک انسان، ایک نظام

دنیا آج رنگ، نسل اور وطن کی حد بندیوں کے باعث ٹکڑے ٹکڑے ہو کر رہ

گئی ہے اور علم کی روشنی کے باوجود گورے اور کالے کے سوال پر یورپ میں فسادات ہو رہے ہیں لیکن عقیدۂ توحید بنی نوع انسان کے لئے اجتماعیت کی جو بنیاد یں فراہم کرتا ہے ان پر ایک ایسا پاکیزہ اور محبت و اخوت سے معمور معاشرہ تعمیر ہوتا ہے جس میں اس طرح کے کسی جاہلانہ امتیاز کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اس معاشرہ کی اساس توحید کے سب سے بڑے رمز شناس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ اس اصول پر ہوتی ہے کہ

"انسانوں کی ابتدا ہی آدم سے ہے اور آدم کی خلقت مٹی سے
نہ کسی عرب کو کسی غیر عرب پر فضیلت ہے نہ کسی غیر عرب کو عرب
پر سوائے تقویٰ کے (خطبہ حجتہ الوداع)

اس سنہری اصول پر جو سوسائٹی بنتی ہے اس میں ہر شخص کو زندگی سے استفادہ کرنے کا مساوی حق حاصل ہوتا ہے۔ یہاں کسی ایک خاندان یا گروہ کی اجارہ داری نہیں ہوتی بلکہ ہر وہ شخص جو توحید پر ایمان لاتا ہے اختیار و اقتدار میں برابر کا شریک ہوتا ہے۔ یہاں حکومت شہنشاہیت کے انداز پر نہیں چلتی خلافت جمہور کے نظریہ پر چلتی ہے۔ حبش کے بلال رضؓ۔ روم کے صہیب رضؓ۔ فارس کے سلمان رضؓ اور عرب کے فاروق رضؓ و صدیق رضؓ اس میں ایک جیسے حقوق رکھتے ہیں جغرافیائی

Marfat.com

سرحدود و قیود اور زبان و نسل کے اختلافات اس عالمگیر معاشرہ کی راہ میں حائل نہیں ہوتے۔ یہ اسی کا فیض تھا کہ ہندوستان کے ساحل پر ایک مظلوم عورت کی پکار عرب کے فرماں روا کو بے چین کر دیتی تھی۔ احترامِ آدمیت کا یہی وہ نظام ہے جس کے تحت حاکم و محکوم اور آقا اور غلام کو یکساں محبت و اخوت کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔

"حاکم مصر حضرت عمرو بن العاص رضؓ نے ایک دفعہ ایک مصری کو بلا وجہ کوڑے سے پیٹا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصری کو ان سے بدلہ لینے کا حکم دیا اور عمرو بن العاص رضؓ سے کہا "تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنا لیا حالانکہ وہ اپنی ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوئے ہیں"۔

آج نسلی شر خشوں اور وطنی و لسانی جھگڑوں کو مٹانے کے لئے مغرب کے مفکرین "عالمی حکومت" کا تصور پیش کر رہے ہیں لیکن یہ خواب اس وقت تک شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا جب تک دنیا وحدتِ الٰہ اور وحدتِ آدم کے اس انقلاب انگیز نظریہ کی قائل نہ ہو جائے۔

یہ توحید ہی ہے جو دنیا کے لئے اجتماعیت کے صحیح خطوط فراہم کرتی

Marfat.com

ہے اور جس پر ایمان لانے والا ہر شخص اپنے آپ کو ایک عالمگیر برادری کا رکن تصور کرتا ہے۔

مدعائے ما مآلِ ما یکیست　　طرز و اندازِ خیالِ ما یکیست
ما ز نعمتہائے او اخواں شدیم　　یک زباں و یکدل و یکجاں شدیم

Marfat.com

Marfat.com

رسالت

Marfat.com

○

از رسالت در جہاں تکوین ما

از رسالت دینِ ما آئینِ ما

از رسالت صد ہزارِ ما یک است

جزوِ ما از جزوِ مالا ینفک است

○

Marfat.com

رسالت

اگر ہم اپنے اردگرد پھیلے ہوئے جہانِ رنگ و بو پر نگاہ ڈالیں اور اپنے وجود کا جائزہ لیں تو ہمارا دل بے اختیار گواہی دے گا کہ ہمارا خالق ہم پر بیحد شفیق و رحیم ہے اور اس کی رحمتیں ہمیں ہر آن گھیرے ہوئے ہیں۔ اس نے ہماری جملہ ضروریات کو پورا کرنے کا سامان بہم پہنچایا ہے۔ ہمیں طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا ہے ہمیں دیکھنے کو آنکھیں سننے کو کان اور بولنے کو زبان عطا فرمائی ہے۔ چاند، سورج، ستاروں، ہوا اور پانی کو ہماری چاکری پر مامور کیا ہے اور عقل ارادہ اور شعور بخش کر ہمیں اشرف المخلوقات کا درجہ دیا ہے وہ خود فرماتا ہے۔ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ۔ میری رحمت میں ہر چیز کی سمائی ہے۔ دنیا میں ہم ایک دوسرے سے پیار محبت اور شفقت و رحم

Marfat.com

کے جو جذبات رکھتے ہیں یہ دراصل اسی کی رحمت کا پرتو ہے۔

حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سَو حصّہ کیے ننانوے حصہ تو اپنے لئے محفوظ رکھے ہیں اور صرف ایک حصہ زمین والوں کو بخشا ہے یہی ایک حصہ ہے جس سے مخلوق باہم ایک دوسرے کے ساتھ رحمت کا معاملہ کرتی ہے یہاں تک کہ جانور اپنا پاؤں اپنے بچے سے ہٹا لیتا ہے اس خوف سے کہ کہیں اس پر جا نہ پڑے۔

کون کہہ سکتا ہے کہ جو خدا اتنا رحیم و کریم ہے اور جس نے انسانی ضروریات کو پورا کرنے کا اتنا اہتمام کیا ہے وہ انسان کو یہ بتانے اور سمجھانے کا انتظام نہیں کرے گا کہ زندگی گزارنے کا سیدھا رستہ کونسا ہے؟ آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ انسان کی ضروریات فقط خورد و نوش تک محدود نہیں ہیں یہ ضروریات تو فقط اس جانور کی ہیں جسے انسانی جسم کہا جاتا ہے اس جسم کے اندر جو انسان چھپا ہوا ہے وہ کچھ اور بھی چاہتا ہے اور وہ "کچھ اور" یہ ہے کہ میں اپنی انسانیت کو کس طرح ترقی دوں، پاکیزہ اور صاف ستھری زندگی کیسے گزاروں، اپنے خالق کی منشا کے مطابق تعمیرِ حیات کیسے کروں اور فکر و نظر کی ان ٹیڑھی ترچھی پگڈنڈیوں میں صراطِ مستقیم کا

Marfat.com

سراغ کیسے لگاؤں؟ اس کے اندر کا انسان دیکھتا ہے کہ زمانہ زندگی کا متلاشی ہے اور اس پر جی جان سے فدا ہے تو اس کا شعور سوال کرتا ہے کہ آخر اس زندگی کا مقصد کیا ہے؟

زمانہ چاہتا ہے زندگی کو مگر خود زندگی کیا چاہتی ہے

اگر اللہ تعالیٰ انسان کی اس سب سے بڑی ضرورت کو پورا نہ کرے تو اس کی صفتِ رحمت کی تکمیل نہیں ہوتی اگر وہ دنیا کو یونہی اندھیروں میں بھٹکتا چھوڑ دے اور اس کی دستگیری نہ کرے تو یہ اس کی شانِ رحمت کے منافی ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی اس ضرورت کو بھی پورا کیا ہے اور زندگی کا سیدھا راستہ بتانے کی ذمہ داری خود قبول فرمائی ہے

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ (النحل)

اور اللہ ہی کے ذمہ ہے سیدھا راستہ بتانا جب کہ راستے ٹیڑھے بھی موجود ہیں۔

اور انسانیت کو صراطِ مستقیم دکھانے کے لئے جو واسطہ خدا نے تجویز فرمایا ہے اسی کا نام رسالت ہے۔

○

Marfat.com

رسالت کی ضرورت

ہم مجرد عقل کی روشنی میں اس نتیجے پر تو پہنچ سکتے ہیں کہ خدا ہے اور اسی نے ہمیں پیدا کیا ہے لیکن خدا سے متعلق باقی تفصیلات معلوم کر سکنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ خدا ہے تو اس کا ہمارے ساتھ کیا تعلق ہے اس کی پسند اور ناپسند کیا ہے وہ کن باتوں پر خوش ہوتا ہے اور کن باتوں پر ناخوش۔ مرنے کے بعد کیا ہونے والا ہے؟ — یہ سارے سوالات ہمارے لئے عقدۂ لاینحل ہیں۔ قیاسات کے تیر تکے لڑا کر اٹکل پچو ہم ان کا جواب حاصل کرنے کی کوشش کریں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر شخص اس معاملے میں اپنا ایک الگ نظریہ گھڑ لے گا۔ وحدتِ فکر ختم ہو جائے گی اور انسانیت ایک ایسے انتشارِ ذہنی میں مبتلا ہو جائے گی جس کے بعد اس کا شیرازہ منتشر ہو کر رہ جائے گا۔ اس نقصانِ عظیم کے ساتھ ساتھ یقین ہمارے دلوں سے رخصت ہو جائے گا اور ہم میں سے کوئی آدمی اس بات پر مطمئن نہیں ہوگا کہ اس نے ان سوالات کا جو حل تلاش کیا ہے وہ فی الواقع درست اور معقول ہے — علامہ اقبال مرحوم نے اسی لئے کہا

خرد سے راہرو روشن بصر ہے خرد کیا ہے چراغِ راہگذر ہے

Marfat.com

دردانِ خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا چراغ راہ گذر کو کیا خبر ہے

آپ غور کریں گے تو ان سوالات کا جواب حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ آپ کی سمجھ میں آئے گا اور وہ یہ ہے کہ کسی ایسے واسطہ کو تلاش کیا جائے جسے براہِ راست ان حقائق کا علم ہو۔ ہم روزمرہ کے معاملات میں بھی اسی طریقہ پر عمل پیرا ہیں ہم نہیں جانتے کہ ہماری بیماری کس طرح رفع ہوگی اس لئے ہم اس سلسلے میں ڈاکٹر پر اعتماد کرتے ہیں کیونکہ وہ ہمارے نزدیک اس فن کا ماہر ہوتا ہے۔ ہم کوئی مقدمہ دائر کرتے ہیں تو اس کے لئے وکیل تلاش کرتے ہیں کیونکہ وہ قانون کی باریکیوں سے پوری طرح واقف ہوتا ہے۔ آج سائنس دانوں کے انکشافات پر بھی ہم اس لئے صاد کرتے ہیں کیونکہ ہم انہیں ان رموز و اسرار کا عالم تسلیم کرتے ہیں اسی طرح دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم خدا کے معاملے میں بھی کچھ ایسی شخصیتوں پر اعتماد کریں جنہیں خدا تعالیٰ نے خود ان سوالوں کا جواب بتایا ہو اور یہی وہ شخصیتیں ہیں جنہیں نبی اور رسول کہا جاتا ہے۔

آپ انبیاء کی تاریخ کا مطالعہ کریں کوئی نبی اور رسول ایسا نہیں ہے جس نے یہ کہہ کر لوگوں کو اپنے اوپر ایمان لانے کی دعوت دی ہو کہ میں عقل کی روشنی میں تمہاری رہنمائی کروں گا۔ جتنا یا اس نے یہی کہا۔

Marfat.com

وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (الاعراف)

"اور مجھے اللہ کی طرف سے وہ کچھ معلوم ہے جو تمہیں معلوم نہیں ہے"

ان کے متعلق خالقِ کائنات نے بھی شہادت دی۔

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی

"وہ جو کچھ بولتا ہے اپنی خواہش سے نہیں بولتا بلکہ وہ تو وحی ہے جو وحی کی جارہی ہے"

اس لئے انسانیت کے لئے واحد چارۂ کار یہ ہے کہ وہ ان پاکیزہ ہستیوں پر ایمان لائے اور عقل کی کھول بھلیوں میں گم ہونے کی بجائے اس علم حقیقی سے فیضاب ہو جو انبیاء کی وساطت سے اسے حاصل ہوا ہے۔

سلامتی کا راستہ

اس بات کو کہ پیغمبر براہِ راست خدا سے علم حاصل کرتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک واقعاتی تمثیل سے واضح فرمایا ہے عرب میں دستور تھا کہ جب کوئی شخص دشمن کے حملہ کی اطلاع اپنے اہل وطن کو دینا چاہتا تو ایک اونچی جگہ کھڑے ہو کر "واصباحاہ" پکارتا اور لوگ خطرے کو بھانپ کر

Marfat.com

توحید

Marfat.com

○

نقطۂ ادوارِ عالم لا اِلٰہ

انتہائے کار عالم لا الہ

چرخ را از زور او گردندگی،

مہر را پایندگی۔ رخشندگی

بحر گوہر آفرید از تاب او

موج در دریا تپید از تابِ او

○

Marfat.com

اس شخص کی طرف دوڑ پڑے جب آنحضورؐ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو ایک دفعہ آپ نے بھی یہی طریقہ اختیار فرمایا۔

کوہِ صفا پر چڑھ کر آپ نے لوگوں کو آواز دی جس کسی نے یہ آواز سنی، وہ بے تحاشا کوہِ صفا کو دوڑا۔ آج لوگ اس لئے بھی تیزی دکھا رہے تھے کہ انہیں یہ محسوس ہو رہا تھا کہ معاملہ کچھ بہت زیادہ اہم ہے تبھی اس شخصیت کو اطلاع دینے کی ضرورت محسوس ہوئی جو ہم میں سب سے زیادہ راستباز اور امین و دیانتدار ہے۔ جب سب لوگ صفا کے دامن میں جمع ہو گئے تو حضورؐ نے پوچھا: "لوگو! تم میرے متعلق کیا رائے رکھتے ہو؟" جواب دیا گیا: "ہم آپ کو صادق اور امین سمجھتے ہیں آپ سے بڑھ کر صادق الوعد آدمی ہماری نظر سے نہیں گزرا۔" حضورؐ نے فرمایا۔ "اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے دشمن کا لشکر چھپا ہوا ہے اور وہ آن کی آن میں تم پر حملہ کیا چاہتا ہے تو کیا تم اس بات کو مان لو گے؟" قریشِ مکہ نے دیکھا کہ جو ہستی یہ بات فرما رہی ہے اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور پھر وہ ایک ایسے بلند مقام پر کھڑی ہے کہ پہاڑ کے دونوں طرف اس کی نگاہ جا رہی ہے اور ہم دامنِ کوہ میں ہیں اور پہاڑ کی دوسری جانب دیکھنے سے قاصر ہیں تو انہوں نے بیک زبان جواب دیا۔ "اے محمد! ہم اس بات کو ضرور مان لیں گے۔" حضورؐ نے جب

Marfat.com

اپنے مقام کا یہ اعتراف کرالیا تو اب اس خطرے کی اطلاع دی کہ جس کے لئے آپ نے انہیں بُرا کہا تھا فرمایا تو "اے لوگو! میں تمہیں خدا کے عذاب سے ڈراتا ہوں"

سبحان اللہ! پیغمبر کا مقام بلند واضح کرنے کے لئے آپ نے کیا دل نشین اسلوب اختیار فرمایا۔ عام انسان دامنِ کوہ میں کھڑے ہیں۔ درمیان میں زندگی کا پہاڑ حائل ہے وہ دیکھنا بھی چاہیں کہ اس پہاڑ کے پیچھے کیا ہے لیکن نہیں دیکھ سکتے ان کی نگاہ فقط پہاڑ سے ادھر ہی ادھر کام کرتی ہے مگر پیغمبر ایک ایسی جگہ پر کھڑا ہے۔ جہاں پہاڑ کے دونوں طرف کا حال پوری طرح روشن ہے وہ زندگی سے بھی باخبر ہے اور اس زندگی کے بعد جو کچھ ہونے والا ہے اسے بھی خوب جانتا ہے، اور پھر کردار کے لحاظ سے اتنی اونچی شخصیت کا مالک ہے کہ اس کے دامن پر کوئی داغ دھبہ نظر نہیں آتا۔ اب ہمارے لئے سلامتی کا راستہ کیا ہے؟ کیا یہ کہ ہماری نگاہوں کے آگے زندگی کا جو پہاڑ حائل ہے۔ اس کے پیچھے کے احوال جاننے کے لئے اپنے اندازے اور قیاس پر انحصار کریں یا ان ہستیوں کی بات مانیں جو ایسے مقام بلند کی حامل ہیں کہ پہاڑ کے اُس پار کے معاملات سے بھی اچھی طرح واقف اور آگاہ ہیں۔

"سوچئے اور سوچنے کے بعد جواب دیجئے کہ ہمارے لئے سلامتی کا راستہ

Marfat.com

کونسا ہے۔"

انبیاء کی صداقت کی دلیل

دنیا کو راہِ راست پر لانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی انبیاء مبعوث فرمائے ہیں وہ سب کے سب اتنے اونچے کردار کے مالک تھے کہ دوست تو دوست دشمن بھی اس پہلو سے ان پر کوئی حرف گیری نہ کر سکے بلکہ مجبوراً اگر اظہار رائے کرنا پڑ گیا تو بے اختیار ان کی زبان سے تعریف و توصیف کے کلمات ابل پڑے، آدمی اگر غور کرے تو انبیاء کی یہ پاکیزہ سیرت ہی ان پر ایمان لانے کے لئے کافی ہے۔ ابوسفیان قیصر روم کے دربار میں پہنچا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اس سے مدد حاصل کرے یہ بڑا ہی نازک موقع تھا مگر یہاں بھی پیغمبر کی صداقت اور دیانت کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ بادشاہ روم نے پوچھا کیا محمدؐ پر کبھی جھوٹ کی تہمت بھی لگی ہے؟ ابوسفیان نے کہا نہیں پھر اس نے پوچھا کیا انہوں نے کبھی اپنا عہد توڑا ہے۔ ابوسفیان بولا نہیں۔ اس پر قیصر روم بے اختیار پکار اٹھا کہ جو شخص لوگوں کے ساتھ جھوٹ نہیں بولتا وہ خدا پر کس طرح جھوٹ باندھ سکتا ہے۔

سوچنے کی بات ہے کہ آخر خدا اور آخرت کے بارے میں انبیاء نے

Marfat.com

جو اطلاع دی ہے اس میں ان کا کیا ذاتی فائدہ پوشیدہ تھا؟ اگر انہیں عزت اور منزلت کی ضرورت ہوتی تو وہ نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے ہی انہیں حاصل تھی۔ لوگ ان کے رستے میں آنکھیں بچھاتے تھے اور ایک بہترین انسان کی حیثیت سے ان پر اعتماد کرتے تھے۔ یہ اطلاع دینے کا نتیجہ تو ہمیشہ یہ نکلا کہ انہیں بے انتہا مظالم کا سامنا کرنا پڑا۔ بعض کو آروں سے چیر ڈالا گیا بعض کو جلا وطن کر دیا گیا۔ کتنوں کو قتل کر دیا گیا۔ اور کتنے ہی ایسے تھے کہ جو دنیا میں کامیابی کا منہ دیکھے بغیر اپنے خالق سے جا ملے ——— لیکن انہوں نے لوگوں کے سامنے جو دعوت پیش کی تھی ان سارے مظالم کے باوجود اس سے باز نہیں آئے۔ انہیں لالچ دی گئی سیم و زر اور حسن و جمال کی پیشکش کی گئی حکومت اور سلطنت دینے کے وعدے کئے گئے مگر ان پاکباز ہستیوں نے ان سب چیزوں کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔

آپ غور کریں گے تو ان باتوں سے اسی نتیجے پر پہنچیں گے کہ یہ بے لوث اور بے غرض پاکباز ہستیاں خدا کی طرف سے ہی بھیجی گئی تھیں اور ان کے پیش کردہ حقائق میں ذرہ برابر شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

پھر یہ ایک لاکھ چوبیس ہزار ہستیاں کسی ایک عہد میں پیدا نہیں ہوئیں بالکل مختلف زمانوں اور مختلف ادوار میں ان کی بعثت ہوئی اس کے باوجود ان کی دعوت

ہیں کوئی تضاد اور اختلاف نہیں پایا جاتا۔ آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء کی دعوت میں حیرت انگیز مطابقت نظر آتی ہے۔ دنیا کے دوسرے تمام نظریات ہر زمانے میں بدلتے رہے ہیں۔ کل تک سائنس دان نظریۂ ارتقاء پر ایمان رکھتے تھے مگر آج بہت سوں کے نزدیک اسے تسلیم کرنا "جرم" سے کم نہیں مگر انبیائے کرام نے توحید، رسالت، معاد، تقدیر اور ملائکہ سے متعلق جو امور پیش فرمائے وہ کسی عہد میں تبدیل نہیں ہو سکے۔

روزمرہ کی زندگی میں اگر چند آدمی بھی ہمارے سامنے کسی بات کو وثوق سے بیان کر دیں۔ تو ہم اس کو صحیح ماننے میں تامل نہیں کرتے مگر یہاں ایک لاکھ چوبیس ہزار پاکیزہ ہستیاں ایک عظیم الشان تواتر اور تسلسل سے ہمارے سامنے کچھ حقائق رکھتی ہیں مگر ہم ان پر ایمان لانے میں لیت و لعل کی روش اختیار کرتے ہیں۔ ع

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے

نبوت پر امام غزالیؒ کی دلیل

توحید کی طرح نبوت کے معاملے میں بھی "عقل پرست" طبیعت کو یہ مشکل پیش

آتی ہے کہ "غیب" سے متعلق جو خبریں نبی دے رہا ہے وہ انہیں اپنی محدود عقل کے ذریعے جانچنا چاہتی ہے۔ اسے یہ اشتباہ ہوتا ہے کہ جب ہم عقل اور ذاتی تبصیح بچار کے ذریعے ان امور کا احاطہ نہیں کر سکتے تو پھر آخر وحی کیا چیز ہے کہ جس کے ذریعے یہ معلومات پیش کی جا رہی ہیں۔ حضرت امام غزالی رح نے اس شبہ کو بہت خوبصورتی سے صاف کیا ہے انہوں نے اس سلسلے میں خواب کی مثال پیش کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر ہم سے یہ کہا جائے کہ جب ہماری بینائی سماعت اور دوسرے سارے قوائے حسی کام نہیں کرتے اور ہم بالکل بیہوش اور غافل ہو جاتے ہیں تو اس وقت ہم پر بعض اوقات ہونے والے واقعات کا انکشاف ہوتا ہے اور ہم تمثیل کے رنگ میں مختلف حقیقتوں کا مشاہدہ کرتے ہیں ـــــ تو ہم میں سے ہر شخص اس بات کو خلاف عقل ٹھہرائے گا اور اس پر یہ دلیل لائے گا کہ قوائے حسی کے ذریعے ہی سے تو ادراک و احساس ہوتا ہے اور جب یہ معطل و بے کار ہو جائیں تو پھر مشاہدہ کیسا؟ حضرت امام فرماتے ہیں کہ عقل کی رو سے یہ اعتراض ضرور وارد ہوتا ہے مگر ہمارا روزمرہ کا تجربہ گواہی دیتا ہے کہ انسان عالم خواب میں عین بے ہوشی اور غفلت کے عالم میں ایسے ایسے واقعات دیکھتا ہے کہ جو آئندہ زندگی میں حرف بحرف سچے نکلتے ہیں اور تمثیل کے رنگ میں اسے کتنے مشاہدے ہوتے ہیں جنہیں

Marfat.com

تعبیر کے ذریعے سمجھا جا سکتا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ احساس و ادراک کے تعطل کے باوجود خبر رسانی کا کوئی اور ذریعہ موجود ہے۔ امام غزالی رح یہاں پہنچ کر دلیل پیش فرماتے ہیں کہ اسی طرح نبوت ایک ایسے مقام کا نام ہے جہاں عقل کچھ کام نہیں کرتی مگر نبی پر اس کی بدولت وہ امور غیب روشن ہو جاتے ہیں جو انسانی فہم و ادراک کی دسترس سے باہر ہیں، عقل بے چاری ان سرحدوں پر یہ کہہ کر ساتھ چھوڑ دیتی ہے کہ

اگر یک سرے موئے برتر پرم فروغِ تجلّی بسوزد پرم

ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ میں جب تک اس مقام کو دیکھ نہ لوں اس کو ماننے کے تیار نہیں لیکن امام غزالی رح فرماتے ہیں کہ یہ ایسی ہی بات ہوگی جیسے ایک اندھا اس پر اصرار کرے کہ وہ جب تک مختلف رنگوں کو دیکھ نہیں لے گا، ان کا وجود تسلیم نہیں کرے گا۔

قرآن نے بھی کہا:۔

"اے محمدؐ ان سے کہو۔ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے"۔ پھر ان سے

Marfat.com

پوچھو۔ کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا تم غور نہیں کرتے (الانعام)

انبیاءؑ کی حیثیت

اگر کوئی شخص اپنے نوکر کو اپنی پسند ناپسند بتائے بغیر اور یہ سمجھائے بغیر کہ وہ کون سی باتوں پر خوش ہوتا ہے اور کونسی باتوں پر ناراض اس کے کیا فرائض ہیں سزا دے اور اس کی غلطیوں کو قابلِ مواخذہ سمجھے تو ہر معقول آدمی اسے بعید از انصاف قرار دے گا۔ اسے سزا دینے کے لئے ضروری ہے کہ ہم پہلے یہ ساری باتیں نوکر کو خوب اچھی طرح سمجھا دیں اور اگر اس کے بعد بھی وہ کوئی غلط رویہ اختیار کرے تو پھر اسے سرزنش کریں ـــــ اس مثال کو ذہن میں رکھتے ہوئے اب آپ خدا اور بندوں کے تعلق پر غور کریں، فرض کیجئے اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے فرائض سے مطلع کئے بغیر سزا دیتا تو وہ اس پر قادر تو ضرور تھا مگر یہ بات اس کے عدل اور انصاف کے منافی ہوتی اور ہم یہ عذر پیش کرنے کے مجاز ہوتے کہ جب ہم پر حق واضح ہی نہیں کیا گیا تو پھر یہ زجر و توبیخ کیسی؟ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاءؑ مبعوث فرمائے تاکہ ہم پر ہر طرح اتمامِ حجت ہو جائے۔

قرآنِ حکیم میں اسی سلسلے میں فرمایا گیا:۔

Marfat.com

"اگر ہم قرآن اتارنے سے قبل ہی کسی عذاب سے ان کو ہلاک کر دیتے تو وہ ضرور یہ عذر کرتے کہ ہمارے پروردگار تو نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے ہم تیرے حکموں پر چلتے ہم عذاب نہیں دیتے جب تک کہ اپنا کوئی رسول نہ بھیج دیں (بنی اسرائیل)

پھر ۔۔۔ انبیاء تشریف لاتے ہیں تو ان کی حیثیت محض ایک پیغام بر اور قاصد کی نہیں ہوتی بلکہ وہ دنیا میں خدا کے مقرر کردہ نمائندے ہوتے ہیں جو ان سے کٹتا ہے خدا ان سے کٹ جاتا ہے اور جو ان سے جڑتا ہے وہ دراصل خدا سے اپنا تعلق جوڑتا ہے ان کی اطاعت اور فرماں برداری خدا کی فرمانبرداری بنتی ہے اور ان کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ۔۔۔ دنیا میں بھی آپ دیکھ لیجئے ایک شخص بادشاہ کا لاکھ وفادار رہتا ہو مگر اس کے مقرر کردہ نمائندہ کو ماننے سے انکار کر دے تو یہ انکار بادشاہ کو نہ ماننے کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص بادشاہ کے نمائندہ کی اطاعت کرتا ہے تو اسے خود بادشاہ کی اطاعت پر محمول کیا جاتا ہے۔ اسی بات کو امام رازیؒ نے اس طرح بیان فرمایا۔

"جس نے نبوت اور رسالت کا انکار کیا درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کی ذاتِ پاک کی معرفت ہی سے بے نصیب رہا۔

(تفسیر کبیر ج ۴ صفحہ ۱۲۵)

نصاریٰ کی مثال آپ کے سامنے ہے انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقام پہچاننے میں ٹھوکر کھائی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خدا کے معاملے میں بھی گم کردہ رہ ہو گئے اور "ایک میں تین اور تین میں ایک" کے چکر میں پڑ گئے۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ جس قوم نے اپنے نبی کی تعلیمات کو فراموش کر دیا یا اس کی حیثیت کے متعلق افراط و تفریط میں مبتلا ہو گئی تو حقیقت کا سرا اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور وہ خدا کے متعلق بے بنیاد فلسفوں اور نظریات میں پھنس کر رہ گئی — دین کی عمارت میں انبیاءؑ کی معرفت سنگِ بنیاد کا حکم رکھتی ہے اور جب آپ اسے ہی ہاتھ سے دے بیٹھیں تو پھر یہ عمارت مستحکم ہو چکی۔

خشتِ اول چوں نہد معمار کج تا ثریا می رود دیوار کج

انبیاءؑ انسان ہوتے ہیں

اسلام میں رسول کے متعلق نہ تو یہ عقیدہ ہے کہ وہ خدا کا اوتار ہوتا ہے اور نہ یہ کہ اس کے بھیس میں خود خدا جلوہ نما ہے۔ اسلام بہت صاف اور واضح

Marfat.com

طریقے سے انبیاء کی بشریت کا عقیدہ دیتا ہے۔ نصاریٰ نے تو حضرت مسیح ؑ کو بن باپ کے پیدا ہوتے دیکھا تو وہ آپ کے "ابن اللہ" ہونیکے بے بنیاد وہم میں مبتلا ہو گئے مگر یہاں آدم علیہ السلام بغیر ماں اور باپ کے تولد ہوتے ہیں اور اسلام ان کے ابوالبشر ہونے کا اعلان کرتا ہے۔

اعجوبہ پسند طبیعتوں نے ہر دور میں انبیاء کی بشریت کا انکار کیا ہے مگر انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ اگر انبیاء بشر نہیں تھے تو پھر کس مخلوق سے تعلق رکھتے تھے؟ خدا تو وہ ہو نہیں سکتے کہ وہ اس طرح کی ہر شراکت سے بے نیاز اور منزہ اور مبرّہ ہے۔ فرشتوں کی طرف انہیں اس لئے منسوب نہیں کیا جا سکتا کہ انسان خود اس مخلوق سے افضل ہے ان کے ہوتے ہوئے آدم ؑ کو خلافت کی فضیلت کا حق دار ٹھہرانے میں یہی نکتہ پوشیدہ تھا ـــــ پھر آخر انہیں کس مخلوق سے نسبت دی جائے گی؟ اصل میں بات یہ ہے کہ غافل انسان ہر زمانے میں اس حقیقت کو فراموش کر جاتا رہا کہ اس کا لقب اشرف المخلوقات ہے اور کائنات میں حق تعالیٰ نے اس کو سزاوار نیابت سمجھا ہے یہ خصوصیت نسلِ انسانی ہی کو عطا کی گئی تھی کہ اس کے اندر سے انبیاء اور پیغمبر اٹھائے گئے مگر یہ اس کی بہت بڑی بدقسمتی ہے۔ کہ اس کے اندر کے چند جہالت پسند افراد نے اس

Marfat.com

بات کو سرمایۂ افتخار سمجھنے کی بجائے الٹا انبیاءؑ کو کسی اور مخلوق سے منسوب کرنا شروع کر دیا۔

پیغمبر نوعِ انسانی کے راہنما بن کر آتے ہیں۔ لیکن اگر وہ انسان ہی نہ ہوں تو پھر وہ کس طرح ایک کامل انسانیت کا نمونہ بن سکتے ہیں؟ اگر وہ غم سے ناآشنا ہوں تو غمزدوں کا سہارا کیسے بنیں؟ بھوک اور پیاس کی تکلیف سے ناواقف ہوں تو بھوکوں اور پیاسوں کے درد کا مداوا کیسے بنیں؟ وہ خود چوٹ نہ کھا سکتے ہوں تو پھر چوٹ کھائے ہوئے دلوں کا آسرا کیسے ہوں؟ ــــ اگر وہ بشر نہ ہوں تو ہم خدا کے حضور یہ عذر کر سکتے ہیں کہ جس شریعت پر یہ عمل پیرا ہیں ہم اس پر نہیں چل سکتے ــــ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے انہی کے اندر سے پیغمبر مبعوث فرمائے تاکہ یہ عذر ہی باطل ہو جائے۔

قرآن حکیم میں انبیاءؑ کی بشریت کے متعلق متعدد آیات میں تصریح کی گئی ہے۔

"کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہوا کہ تمہارے پاس خود تمہاری اپنی قوم کے ایک آدمی کے ذریعہ سے تمہارے رب کی یاد دہانی آئی تاکہ تمہیں خبردار کرے (الاعراف آیت ۶۳)

Marfat.com

"اے محمدؐ! تم سے پہلے ہم نے جو پیغمبر بھیجے تھے وہ سب بھی
انسان ہی تھے اور انہی بستیوں کے رہنے والے تھے۔"

(یوسف۔ آیت ۱۰۹)

"رسولوں نے کہا۔ واقعی ہم کچھ نہیں مگر تم جیسے انسان لیکن خدا
اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے نوازتا ہے۔"

(ابراہیم۔ آیت ۱۱)

شرطِ نجات

ایک روایت کے مطابق آدم علیہ السلام سے لے کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں تشریف لائے ہیں مگر جن انبیاء کے نام صحائف اور تواریخ میں محفوظ رہ گئے ہیں ان کی تعداد میں بھی حضورؐ کے سوا کوئی نبی اور رسول ایسا نہیں ہے جس کی شریعت کسی تحریف اور تبدیلی کے بغیر اپنی اصل شکل میں موجود ہو — عیسائیت کا دنیا کے بڑے مذاہب میں شمار ہوتا ہے مگر اس کی "کتابِ مقدس" کے تاریخی مقام اور مرتبہ کا حال یہ ہے کہ متعدد چھوٹی بڑی انجیلوں میں سے آج عیسائیوں کی عظیم اکثریت

صرف چار انجیلوں کو معتبر تسلیم کرتی ہے اور یہ چار انجیلیں بھی وہ ہیں جن کے مصنفین نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو دیکھا تک نہیں۔ یہ روایات انہیں کہاں سے معلوم ہوئیں یہ بات بھی نامعلوم ہے بلکہ حد یہ ہے کہ اب تو یہاں تک شبہ کیا جا رہا ہے کہ جن افراد کی طرف ان چار انجیلوں کو منسوب کیا گیا ہے وہ فی الواقع ان کے مرتب ہیں بھی کہ نہیں انجیل کی اسی "تاریخی حیثیت" کو دیکھتے ہوئے بعض امریکی نقادوں نے تو یہاں تک جسارت کی ہے کہ وہ حضرت مسیح کے وجود میں بھی شک کرنے لگے ہیں

(ملاحظہ ہو خطبات مدراس مصنفہ سید سلیمان ندوی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک دوسرے جلیل القدر نبی ہیں لیکن ان سے جس کتاب کو منسوب کیا جاتا ہے انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا کے مصنفین کے بقول وہ آپ کے سینکڑوں سال بعد لکھی گئی ہے ـــ یہ انہی باتوں کا نتیجہ ہے کہ آج انجیل اور تورات میں متعدد ایسے مقامات پائے جاتے ہیں جنہیں انبیاء کی طرف منسوب کرنا ان کی توہین کرنا ہے۔ ان کتابوں میں العیاذ باللہ ان نفوسِ قدسیہ پر بدکاری تک کے الزامات عائد کئے گئے ہیں جنہیں پڑھنے کے بعد عقلِ سلیم فریاد کر اٹھتی ہے ـــ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ صحائف آسمانی تحریف کی نذر کیوں

گئے ؟ جب ہم قرآن کی روشنی میں اس سوال پر غور کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ سب کے سب انبیا، کسی خاص وقت کسی خاص قوم اور کسی خاص ملک کے لئے مبعوث ہوئے تھے ان کی شریعتیں عالمگیر نہیں تھیں، ورنہ ان کے بقاء و دوام کی ضرورت تھی اسی لئے یہ تبدریج تحریفات کا مرقعِ عبرت بن کر رہ گئیں حتیٰ کہ وہ آیا جس کے متعلق قرآن نے اعلان کیا۔

"اے محمد! کہو کہ اے انسانو! میں تم سب کی طرف اس خدا کا پیغمبر ہوں۔ جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے (الاعراف آیت ۱۵۸)

اُسے دنیا بھر کے انسانوں کے لئے ہادی اور رہنما بنا کر بھیجا گیا وہ مغرب کے لئے بھی آیا اور مشرق کے لئے بھی، عرب کے لئے بھی آیا اور عجم کے لئے بھی۔ دنیا کے تمام انسانوں کے لئے اس پر ایمان لانا شرطِ نجات قرار دیا گیا، یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے تمام انبیاء سے یہ عہد لیا کہ اگر وہ ان کے عہد میں آجائے تو اس پر ایمان لائیں اور اس کی مدد کریں۔

"جب کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے یہ عہد لیا تھا کہ جب میں تمہیں کتاب و حکمت دوں، پھر تمہارے پاس خدا کا ایک رسول آئے جو تمہارے پاس والی کتاب کی تصدیق کرنے والا ہو تو اس پر ایمان

Marfat.com

لانا اور اس کی نصرت و مدد کرنا۔" (القرآن)

تورات اور انجیل کی شہادت

بعض حضرات کے نزدیک حضورؐ پر ایمان لانا نجات کے لئے لازمی شرط نہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی آپ کی بعثت کے بعد بھی حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ کی شریعت پر عمل پیرا رہے تو قیامت کے روز اس سے مواخذہ نہیں ہوگا۔ افسوس یہ ہے کہ ہندوستان کے بعض علماء نے بھی کچھ اس سے ملتی جلتی رائے کا اظہار کیا ہے۔ لیکن قرآن و حدیث اور خود آپ کے اور صحابہ کے عمل سے اس نظریہ کی مکمل تردید ہوتی ہے۔

حضرت جابرؓ کی روایت ہے حضورؐ نے فرمایا۔

"اہلِ کتاب سے دین کی کوئی بات مت پوچھا کرو کیونکہ جو خود گمراہ ہو چکے ہیں وہ بھلا تمہیں کیا راہ دکھلائیں گے۔ اگر تم ان کی تصدیق کرتے ہو تو احتمال ہے کہ تم کسی غلط بات کی تصدیق کر بیٹھو اور اگر تکذیب کرتے ہو۔ تو ممکن ہے کسی حق بات کی تکذیب کر دو، آج وہ زمانہ ہے کہ اگر خود موسیٰ علیہ السلام تم میں زندہ موجود ہوتے، تو

Marfat.com

انہیں بھی سوائے میری پیروی کے تورات کی پیروی کرنا حلال نہ ہوتا۔

(رواہ احمد، ابن ابی شیبہ، بزار)

قرآن حکیم نے ان لفظوں میں اہلِ کتاب کو حضورؐ پر ایمان لانے کی دعوت دی

"جو اس پیغمبر نبی امی کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے۔" (الاعراف آیت ۔ ۱۵۷)

قرآن نے دعویٰ کیا کہ جو لوگ کتب آسمانی کا علم رکھتے ہیں وہ حضور کی رسالت کے منکر نہیں ہو سکتے۔ سورۂ رعد میں کہا گیا۔

"یہ منکرین کہتے ہیں کہ تم خدا کے بھیجے ہوئے نہیں ہو کہو۔ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے اور پھر ہر اس شخص کی گواہی جو کتابِ آسمانی کا علم رکھتا ہے (آیت ۔ ۴۳)

ان حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ حضورؐ کی بعثت کے بعد عیسائیوں اور یہودیوں سمیت ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپ پر ایمان لائے خود تورات اور انجیل میں ہزار تحریفات کے باوجود آج بھی وہ واضح اشارات موجود ہیں جن میں حضورؐ کی آمد کی بشارت دینے کے بعد آپ کی پیروی کرنے کی

Marfat.com

تلقین کی گئی ہے حضرت امام ابنِ تیمیہ رح نے ایسی تمام پیشنگوئیوں کو تشریح کے ساتھ اپنی ایک کتاب میں جمع کر دیا ہے، جن کو پڑھنے کے بعد ان "کتاب خوانوں" کی قسمت پر آنسو بہانے کو جی چاہتا ہے جو ان شہادتوں کے باوجود بھی نعمتِ اسلام سے محروم ہیں۔

تورات استثناء باب اٹھارہ آیت ۱۵ میں ہے۔

"خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کی طرف کان دھرلو"

استثناء باب ۱۸ آیت ۱۸ میں کہا گیا۔

"اور خداوند نے مجھے کہا کہ انہوں نے جو کچھ کہا سو اچھا کہا میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔"

یوحنّا کی انجیل میں ہے۔

جب وہ مددگار یا وکیل آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا۔ یعنی سچائی کا روح جو باپ کی طرف سے

Marfat.com

نکلتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا۔ (باب پندرہ آیت ۲۶)

اور یہ حوالہ دیکھئے کتنے غیر مبہم انداز میں حضور کی آمد کی بشارت دی گئی۔

"خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشیں شریعت ان کے لئے تھی۔

(استثناء باب ۳۳، آیت ۲)

امراضِ روحانی کا سب سے بڑا طبیب

ایک حکیم اور ڈاکٹر سے پوچھئے وہ آپ کو بتائے گا کہ ایک بچے، جوان اور سن رسیدہ و معمر آدمی کا علاج کرنے میں ایک ہی نسخہ استعمال نہیں کیا جاتا۔ ایک بچے کے لئے دوائی جو مقدار ہوتی ہے وہ ایک جوان یا معمر آدمی کے لئے کام نہیں دیتی۔ اسی طرح علاج و معالجہ کرتے وقت ایک مریض کی طبیعت اور ماحول کو بھی خاص طور پر پیش نظر رکھنا پڑتا ہے ایک بلغمی مزاج کے آدمی کے لئے دوا اور اس کی مقدار کچھ اور ہے اور ایک صفراوی مزاج کے بیمار کے لئے کچھ اور۔ ایک سرد علاقے کا رہنے والا شخص ایک گرم علاقے میں رہنے والے شخص سے

Marfat.com

مختلف نوعیت کے معالجاتی مطالبے رکھتا ہے، اور اگر ایک ڈاکٹر سے کہا جائے کہ وہ اس فرق کو ذہن میں رکھے بغیر امراضِ جسمانی کا علاج کرے تو وہ کبھی اس کے لئے تیار نہیں ہوگا۔

اب آپ امی تے امراضِ روحانی اور ان کے معالجین کا طریقہ سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ اللہ تعالیٰ دنیا کے آغاز سے ہماری روحانی بیماریوں کو دور کرنے کے لئے اپنے پیغمبر بھیجتا رہا ہے لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ آدم اور نوح علیہ السلام کے زمانے کی شریعت آج بھی انسانیت کے روگوں کا شافی علاج ہے تو یہ اس کی کم فہمی اور ناسمجھی ہوگی۔ انسانیت کے بچپنے میں جو آسمانی شریعتیں نازل کی گئی تھیں وہ اس کے عہدِ شباب میں کام نہیں دے سکتیں ہر دور کا مزاج اور بیماریاں جدا جدا ہیں اور اگر احوال و ظروف اور طبائع کے اختلاف کا لحاظ کئے بغیر ان کا علاج کیا جائے تو وہ کارگر ثابت نہیں ہوگا۔ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کے عہد تک ذہنِ انسانی نے اتنی ترقی نہیں کی تھی۔ اس لئے جو شریعتیں ان کو دی گئیں وہ ہمارے دکھوں کا مداوا نہیں ہو سکتیں۔ ضرورت تھی کہ ان کے بعد زمانہ جو ارتقائی منازل طے کرنے والا ہے ان میں رہنمائی دینے کے لئے ایک کامل اور جامع شریعت نازل کی جائے جو رہتی دنیا تک انسان کی روحانی احتیاجات کی

Marfat.com

ضامن اور کفیل ہو۔ یہی شریعت خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے اور آپ کی بعثت کے بعد اللہ تعالیٰ نے پہلی تمام شریعتیں منسوخ کر دیں۔ اب اگر کوئی شخص حضرت عیسیٰ یا حضرت موسیٰ پر ایمان لاتا ہے۔ لیکن آنحضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتا ہے تو اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ہم ایک فن کے علماء کو تو مان لیں لیکن اس کے امام اور ماہر خصوصی کی حیثیت تسلیم کرنے سے انکار کر دیں۔ حضرت امام ابن تیمیہ رحہ نے اپنی کتاب الجواب الصحیح میں اس کی بعض دلچسپ مثالیں دی ہیں فرماتے ہیں

"یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے زفر بن القاسم مزنی اور اثرم تو بڑے فقیہہ تھے لیکن ابوحنیفہ رح شافعی رح اور مالک رح فقیہہ نہیں تھے ——— یا کہے کہ ملکی اور مسیحی وغیرہ طب کے مصنفین تو بے شک اطباء تھے مگر بقراط و جالینوس وغیرہ طبیب نہیں تھے یا کہے کہ کوشیار اور خلقی تو علم ہیئت سے واقف تھے لیکن بطلیوس وغیرہ کو ہیئت کا کوئی علم نہیں تھا، یا کوئی کہے کہ داؤد علیہ السلام سلیمان علیہ السلام ملخاو عاقوس اور دانیال تو ضرور پیغمبر تھے اور محمد ابن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی نہیں تھے اس شخص کا تناقض اور اس کے قول کی نامعقولیت اوپر کے تمام اقوال سے زیادہ

روشن ہے" (ترجمہ از مولانا ابوالحسن علی ندوی)

انسانیت کا سہارا

دنیا کے لوگ سہاروں کے بڑے قائل ہیں انہیں دولت و ثروت، اعز
واقربا اور اسباب و وسائل کے سہارے حاصل نہ ہوں تو یہ ہمت ہار بیٹھتے ہیں
قدم قدم پر انہیں ان جھوٹے سہاروں کی ضرورت رہتی ہے اور دیکھا جائے، تو
اس عالم اسباب میں اس کے بغیر کوئی چارہ ہے بھی نہیں ——اور زندگی کا سفر
کرنے کے لئے آدمی ان بیساکھیوں سے کلیتہً بے نیاز ہو بھی نہیں سکتا۔

مگر تاریخ کی حد تک ایک استثناء اور حیرت انگیز استثناء وہ ہے جو
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں پایا جاتا ہے۔ دنیا میں جتنے سہارے گنائے
گنے جا سکتے ہیں حضور کو ان سب سے محروم رکھا گیا مگر دنیا نے سر کی آنکھوں سے
دیکھ لیا کہ وہی بے سہارا جو اس کے نزدیک یتیم عرب کی حیثیت رکھتا تھا ایک
وقت آیا کہ بھولی بھٹکی انسانیت کا سب سے بڑا سہارا بن گیا۔

والد کی شفقت اور محبت کو ترقی کا زینۂ اول سمجھا جاتا ہے وہ آپ کو میسر
ہی نہیں ہوئی والدہ کی شکل میں اس کمی کے پورا ہونے کا امکان تھا مگر تھوڑے ہی

عرصہ کے بعد والدہ کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔ دادا نے چاہا کہ وہ آپ کو سینہ سے لگائے اور پیار سے رکھے مگر "دستِ غیب" محمدؐ کے معاملے میں دنیا کے کسی سہارے کی شراکت برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں تھا وہ بھی خدا کو پیارے ہوئے اور اب یہ بچہ نہ ماں باپ رکھتا تھا نہ شفیق و خلیق دادا کی سرپرستی اسے حاصل تھی۔ مہربان چچا آگے بڑھے اور کوئی شک نہیں کہ انہوں نے دلجوئی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں رکھا لیکن تاریخ سے پوچھو تاریخ بتائے گی کہ اس کا ـــــ جسے آدمیت کا سہارا بننا تھا سہارا وہ بھی نہیں بن سکے تاریخ گواہ ہے کہ آپ بکریوں اور اونٹوں کو چرا کر جو معاوضہ پاتے تھے اس سے ابو طالب کا گذارا چلتا تھا اور آپؐ کے چچا کی یہ حالت تو تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ انہوں نے معاشی پریشانیوں کی وجہ سے اپنے ایک لختِ جگر جعفر طیار کو اپنے بھائی حضرت عباس کے حوالے کر دیا تھا ـــــ اس حالت کے ہوتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ حضورؐ کا سہارا بن سکتے تھے بلکہ بنظرِ انصاف دیکھا جائے تو یہ ضرور ہے کہ آپ چچا کی معاشی زندگی کا سہارا بن گئے۔

دنیا والے علم و فضل کے لئے مکتب و مدرسہ کی سند کے محتاج ہیں وہ کسی عالم اور فاضل کے آگے زانوئے تلمذ تہ کرتے ہیں تب کہیں آداب زندگی

Marfat.com

سیکھنے کے قابل ہوتے ہیں مگر یہاں معاملہ ہی دوسرا تھا آپ کی تعلیم و تربیت براہِ راست خالق اکبر کے ذمے تھی اور اس نے دکھا دیا کہ محمدؐ نے اس پہلو میں بھی کسی معلم اور کسی مکتب کو سہارا نہیں بنایا ہم دولت کی پوجا کرتے ہیں اور اس کے لئے کیا کیا پاپڑ نہیں بیلتے روپیہ ہمارے نزدیک کامیابی کی کلید ہے۔ یہ نہ ملے تو ترقی کا دروازہ ہمارے لئے مقفل رہتا ہے اور مل جائے تو پھر ہم اسے ٹھاٹھ باٹھ جمانے اور رعب گانٹھنے کا ذریعہ بناتے ہیں مگر تم دیکھو گے کہ محمدؐ کو حضرت خدیجہ سے نکاح کے بعد ہی دولت ملی مگر انہوں نے اسے جاہ و منزلت کے حصول کے لئے سہارا بنانے کی بجائے غریبوں اور بیواؤں اور یتیموں میں لٹا دیا۔

ہم قوم اور وطن کو فرد کی کامیابی اور کامرانی میں بڑا دخیل مانتے ہیں خاکِ وطن کا ہر ذرہ ہمارے لئے دیوتا کا مقام رکھتا ہے" مگر یہاں دیکھو گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس قوم میں پیدا ہوئے وہ قوم کی حیثیت سے اپنا کوئی وجود ہی نہیں رکھتی تھی۔ وہ قبیلوں میں اور گروہوں میں بٹی ہوئی ایک بھیڑ تھی جس کے تصورات پست تھے اور عادات قبیح و شنیع تھیں اور وطن ایک ایسی سرزمین تھی جو وادیٔ غیر ذی زرع کہلاتی تھی جس میں لُو کے جھکڑ چلتے تھے اور جو ٹیلوں

اور پتھروں کے علاوہ اپنے دامن میں کچھ رکھتی ہی نہیں تھی ـــــ ان حالات میں کون کہہ سکتا ہے کہ آپ ؐ کو جو محیر العقول کامیابی حاصل ہوئی۔ اس میں قوم اور وطن کی موزونیت کا بھی کچھ ہاتھ ہوگا!؟

یوں آپ غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ دنیا میں جتنے سہارے دوسرے گنے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک سہارا بھی حضورؐ کو حاصل نہیں تھا مگر اس کے باوجود آپ کو جو کامیابی نصیب ہوئی، آپ جو تعلیمات لے کر آئے جس علم و فضل کا مظاہرہ کیا دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

سوچئے!

کیا یہی ایک دلیل آپ کی صداقت کا اعتراف کرانے کے لئے کافی نہیں ہے؟

رسالتِ محمدی کا ثبوت

دنیا میں جتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں ان سب کو منکرین نبوت کی آنکھیں کھولنے کے لئے مختلف معجزات عطا ہوئے مگر آج وہ واقعہ کی حیثیت سے ہمارے سامنے وجود نہیں ہیں ان کا علم ہمیں کتب آسمانی یا تاریخ سے ہوتا ہے

Marfat.com

مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض معجزات ایسے بھی ہیں جو آج تک موجود ہیں اور یقیناً رہتی دنیا تک موجود رہیں گے۔ منکرین حق چاہیں تو آج بھی انہیں دیکھ کر رسالتِ محمدی کا ثبوت حاصل کر سکتے ہیں۔

سب معلوم ہے کہ حضور اُمّی تھے آپ نے کسی سے ایک لفظ تک نہیں سیکھا، شعر و ادب کی مجلسوں تک سے نفور رہے کسی مدرسہ میں آپ نے داخلہ نہیں لیا۔ نبوت سے قبل کی زندگی بھی امن، پاکبازی سے گذاری کہ دوست دشمن آپ کی صداقت اور دیانت کے معترف تھے۔ ایسے میں اچانک چالیس سال کے بعد دنیا نے آپ کی زبانِ مبارک سے وہ کلامِ الٰہی سنا جس کی فصاحت و بلاغت اور تعلیم و حکمت اپنی نظیر آپ ہے۔ ایک ایسی کتاب جو علوم اولین و آخرین کی جامع ہے جس میں انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر پہلو کے بارے میں بہترین ہدایات ہیں اور جس میں خروج سے لے کر یوم دین تک کے لئے ایک بہترین نظامِ حیات ہے۔ ایک امّی کیسے پیش کر سکتا تھا۔ شبہ کرنیوالوں نے شبہ کیا کہ شاید یہ بھی کوئی انسانی تصنیف ہے مگر خود قرآن نے چیلنج دیا۔

"اگر تم کچھ خلجان میں ہو اس کتاب کی نسبت جو ہم نے نازل فرمائی ہے اپنے بندۂ خاص پر تو اچھا تم بنا لاؤ ایک محدود ٹکڑا جو اس کا

ہم پلہ رہو اور بلالو اپنے حمائیوں کو خدا سے جو الگ ہیں۔ اگر تم سچے ہو تو پھر ذرا بچتے ڈرتے رہو۔ دوزخ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں" (سورہ بقرہ آیت ۲۳-۲۴)

اس چیلنج کے مخاطب اول وہ لوگ تھے جن کی فصاحت اور بلاغت کا دنیا لوہا مانتی تھی جنہیں اپنی زباندانی اور لسانی کا اتنا غرہ تھا کہ وہ اپنے سوا دوسروں کو "گونگا" کہتے تھے —— یہ لوگ اسلام اور پیغمبر اسلام کی دشمنی میں خون کے دریا عبور کرنے کے لئے تیار تھے مال و دولت خرچ کر رہے تھے اور قرآن کے اس چیلنج کے بعد ان کے لئے یہ ایک سنہری موقع تھا کہ وہ آپ کو شکست دے سکیں مگر ان کی زبانوں پر مہر لگ گئی اور بار بار کے چیلنج کے باوجود وہ اس کی نظیر پیش نہ کر سکے۔

فصاحت و بلاغت ہی نہیں علم و حکمت کے اعتبار سے بھی قرآن نے یہ چیلنج دیا مگر عہد نبوی پر موقوف نہیں آج چودہ صدیاں گزر جانے کے باوجود بھی دنیا اس کا جواب پیش کرنے سے قاصر ہے مستشرقین نے لوٹے نیچے انہوں نے اسلام دشمنی میں آکر کیا کچھ نہیں کیا اتہامات لگائے مغالطے پیدا کرنے کی کوشش کی مگر قرآن کے اعجاز بیان اور حسن معنی کے آگے وہ بھی سر

Marfat.com

جھکانے پر مجبور ہو گئے حال ہی میں انگلستان سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے (WHAT HAPPENED IN HISTORY) اس کتاب میں جہاں دوسرے مذاہب اور عقائد پر بحث کی گئی ہے وہاں اسلام کا بھی ذکر آیا ہے قرآن کے متعلق مضمون کی ابتدا ہی میں مصنف لکھتا ہے۔

"قرآن کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات ماننی پڑے گی کہ اس کا مصنف خواہ کوئی ہو اپنے زمانہ ہی کا نہیں بلکہ بہت سے زمانوں کا ایک زبردست معلم ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن کا مصنف ایک برہانی اور عقلی دماغ کا "انسان" ہے وہ اپنے ہر مضمون میں اس بات کی بڑی احتیاط کرتا ہے کہ کوئی دعویٰ بلا دلیل نہ ہو — اس کا اندازِ فکر اس حکیم سے ملتا ہے جو صرف کائنات پر غور کرتا ہے اور اس سے نتائج اخذ کرتا ہے قرآن کی یہ خوبی پہلے تو انسان کو حیرت میں ڈالتی ہے، پھر اسے اپنی طرف کھینچتی ہے اور آخر میں اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے"۔

قرآن کا اعجاز

دنیا میں متعدد کتابوں نے اپنے قارئین سے خراجِ تحسین وصول کیا ہے۔

Marfat.com

ان گنت تحریریں انسانی مزاج اور عادات و اطوار پر اثر انداز بھی ہوئی ہیں لیکن قرآن نے انسانی زندگی میں جو حیرت انگیز انقلاب پیدا کیا ہے۔ اس کی مثال ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ یہی وہ کتاب ہے جس نے اونٹ چرانے والوں کو انسانوں کا گلہ بان اور جہالت میں ڈوبے ہوئے بدوؤں کو دنیا بھر کے لئے معلمِ اخلاق بنا یا اس نے ایک طرف خالد۔ طارق اور محمد ابن قاسم جیسے سپہ سالار پیدا کئے تو دوسری طرف علیؓ، عائشہ رضؓ، ابن مسعودؓ اور ابنِ عباسؓ جیسے علما و فضلا، ابوبکر صدیق رضؓ۔ عمر فاروق رضؓ اور عمر ابنِ عبدالعزیز جیسے حکمران بھی اسی کے سرچشمہ فیض سے سیراب ہوئے اور حضرت ابوذر اور حضرت ابوہریرہؓ جیسے درویش بھی اسی کے جمالِ جہاں آرا سے مستنیر ——— سورج اور چاند کی روشنی تو زیادہ سے زیادہ ظاہری اندھیروں کو ختم کرتی ہے مگر قرآن وہ نور ہے جس نے دلوں کی ظلمتیں بھی دور کر دیں اور انسانوں کے ظاہر ہی نہیں باطن بھی منور کر دیئے۔

دنیا کی دوسری قومیں بھی اپنے "صحائف" اور متبرک کتابوں کو مقدس مانتی ہیں مگر قرآن نے انسانی قلوب پر اپنی تقدیس عظمت کا جو نقش قائم کیا ہے۔ اسے خنجر و شمشیر سے بھی نہیں کھرچا جا سکتا، کون سی وہ کتاب ہے۔ جس نے اپنے ماننے والوں کو اس حد تک مسخر کیا ہو کہ وہ اس کے لکھنے کا معاوضہ بھی

Marfat.com

قبول کرنے سے احتراز کرتے ہوں" اورنگ زیب عالمگیر کا ایک وصیت نامہ بزبانِ فارسی اورنگ آباد دکن میں آج تک محفوظ ہے جس میں انہوں نے تبلایا کہ میرے ترکہ میں نقد روپیہ کی تفصیل یہ ہے فلاں بی بی کے پاس اتنے درہم ہیں جو میں نے رومال اور ٹوپیوں کی کشیدہ کاری کرکے کمائے ہیں۔ فلاں کے پاس اتنے درہم ہیں جو قرآن مجید کی کتابت کی مزدوری سے حاصل کئے ہیں۔ یہ رقم اگرچہ کچھ زیادہ ہے لیکن میرا دل نہیں چاہتا کہ اللہ کی آیات لکھ کر فروخت کرنے سے جو رقم حاصل ہوئی اس سے مجھ پر کفن ڈالا جائے اگرچہ حقیقتاً یہ آیات آلہیہ کی بیع ممنوع میں داخل نہیں مگر صورت اس کے مشابہ ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کے وقت اس قسم کا کفن ہونے سے مجھے شرم آتی ہے اس لئے دوسری رقم جو رومال اور ٹوپیوں کی مزدوری سے حاصل شدہ ہے وہ اگرچہ کم ہے مگر اس سے معمولی قسم کا کپڑا خرید کر میرا کفن بنایا جائے"۔ (معارف القرآن از مولانا مفتی محمد شفیع)

فقط قرآن ہی وہ کتاب ہے جس کے متعلق اس کے ماننے والوں کا یہ اعتقاد ہے کہ اس کی آیات پڑھ کر یا سن کر کوئی معاوضہ لینا ناجائز ہے۔

—— آپ سوچیں گے تو اسی نتیجے پر پہنچیں گے کہ یہ اثر انگیزی اور یہ احترام

اور تقدس محض قرآن کے الہامی کتاب ہونے کے باعث ہے اور اسی وجہ سے منکرینِ رسالت آج تک اس کے چیلنج کا جواب دینے سے عاجز و قاصر ہیں

(۱۴)

دنیا میں جن کتابوں کے الہامی ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ ان سب میں اصل متن کی حفاظت کے لحاظ سے بھی قرآن ایک مابہ الامتیاز حیثیت کا حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اس بات کا ذمہ لیا کہ اے پیغمبر تجھ پر جو ذکر" نازل کیا جا رہا ہے اس کی حفاظت ہم خود کریں گے ـــــ یہ اہتمام کسی کلام کو نصیب نہ ہو سکا کہ اس کا لفظ بہ لفظ ہزاروں سینوں میں محفوظ کر لیا جائے۔ یہ خصوصیت فقط قرآن کو حاصل ہے کہ یہ عہد نبوی سے لے کر اس عہد زوال تک ـــ ہر دور میں ہزاروں انسانوں کے نوکِ زبان رہا ہے اور آج خدانخواستہ دنیا سے قرآن کے سارے نسخے غائب بھی ہو جائیں تب بھی چند حفاظ کی مدد سے اسے پھر سے شوشہ بہ شوشہ اور حرف بحرف لکھ کر پیش کیا جا سکتا ہے۔

پھر خاتم الانبیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم الشان معجزہ کا ایک پہلو اور بھی ہے ـــ سب کو معلوم ہے کہ مکہ سے ہجرت کرنے کے بعد مدینہ

Marfat.com

بیس مسلمانوں کو آزادی کے دس سال گذارنے کا موقع ملا۔ ان دس سالوں میں بھی تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو چھ سال جہاد و قتال میں صرف ہو گئے اور یہود اور کفار و منافقین کے ساتھ بیشتر معرکے اسی زمانے میں پیش آئے۔ اس حساب سے مدینہ میں آنحضور کو قرآن کی بنیادوں پر ایک نظامِ حکومت قائم کرنے کے لئے صرف چار سال کی مہلت ملی مگر اس مختصر سے عرصہ میں جو نظام قائم ہوا اپنے تو اپنے غیر بھی اس کے معترف ہیں کہ اس آسمان کے نیچے وہ ایک لاجواب اور بے مثال نظام تھا۔ حکومتوں کی عملداری صرف جسموں پر قائم ہوتی ہے مگر قرآن کی بنیاد پر جو حکومت قائم ہوئی تھی روحوں کی دنیا میں بھی اس کا قانون نافذ ہوا۔ دن کے اجالے میں اور رات کی تاریکی میں کھلے اور چھپے ہر مقام اور ہر وقت میں اس حکومت کی رعایا نے شریعت کا احترام کیا۔ اور تنہائی میں قانون کی خلاف ورزی کرنے والے حاکم وقت کے پاس خود چل کر آئے کہ انہیں سزا دی جائے۔

پھر — قرآن نے نظام حکومت کے چلانے کے لئے جو راہنمائی دی ہے وہ کسی خاص وقت اور مقام تک محدود نہیں۔ آج بھی اس سے فائدہ اٹھایا جائے تو انسانی زندگی تمام فتنوں اور مصیبتوں سے پاک اور صاف ہو جائے۔ (WHAT HAPPENED IN HISTORY) کا مصنف

Marfat.com

لکھتا ہے۔

"میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ یورپ کے معاہدے، یورپ کی دفاعی تدابیر یورپ کا سیاسی اتحاد اور بین الاقوامی پارلیمنٹ یا حکومت کی تجویز اور دوسری تمام تدابیر ناکام و بے سود رہیں گی اگر اس کی بنیادوں میں خدا کے تصور اور اخلاقی قدروں کو جگہ نہ دی گئی جہاں عالمی امن کے لئے بہت سے نسخے آزمائے گئے ہیں وہاں مذہب کا یہ نسخہ بھی آزما کر دیکھ لینا چاہیئے اگر اس کے لئے کوئی تیار ہو تو میں مشورہ دوں گا کہ وہ اس سلسلہ میں قرآن کو ہرگز نظر انداز نہ کرے کیوں کہ اس راہ کی راہنمائی اس کتاب سے بہتر کوئی اور کتاب انجام نہیں دے سکتی۔

اعجاز قرآنی کا یہی وہ پہلو تھا جسے دیکھ کر انگلستان کا مشہور مورخ گبن بے اختیار پکار اٹھا۔

"قرآن کی نسبت بحر اطلانٹک سے لے کر دریائے گنگا تک نے مان لیا ہے کہ یہ پارلیمنٹ کی روح ہے۔ قانونِ اساس ہے۔ اور صرف اصول مذہب ہی کے لئے نہیں بلکہ احکامِ تعزیرات کے لئے اور قوانین کے لئے بھی ہے ۔۔۔ حقیقت یہ ہے

Marfat.com

کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شریعت سب پر حاوی ہے
یہ شریعت ایسے دانشمندانہ اصول اور اس قسم کے قانونی انداز پر
مرتب ہوئی ہے کہ سارے جہاں میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔
(سلطنت روما کا انحطاط و زوال جلد ۵۔ باب ۵ بحوالہ شہادت الاقوام صفحہ ۱۵)

اعجاز قرآنی کے انہی چند گوشوں پر نظر ڈال لی جائے تو آنحضور کی صداقت
کا ایک واضح ثبوت مل جاتا ہے۔ اور دل کی گہرائیوں سے آواز آتی ہے کہ
بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

اسوۂ حسنہ

تاریخ میں آج تک ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا جس سے یہ ثابت ہو
کہ مجرّد کسی کتاب نے دنیا میں انقلاب برپا کیا۔ انسان کی فطرت یہ ہے کہ وہ
اس وقت تک کسی اصول سے صحیح معنوں میں متاثر نہیں ہوتا جب تک اس کا
کوئی عملی نمونہ اس کے سامنے نہ آجائے۔ قرآن آج بھی موجود ہے لیکن مسلمانوں
کی زندگی میں صحابہ کے کردار کی جھلک تک نہیں پائی جاتی۔ اس کا یہ مطلب نہیں
کہ قرآن میں اب وہ انقلاب انگیز اثرات و خصوصیات باقی نہیں رہیں نہیں وہ

Marfat.com

جملی کی توں موجود ہیں اور ابد تک موجود رہیں گی۔ مگر فرق صرف یہ واقع ہوگیا ہے کہ ہمیں اس معلّم اور مزکّی کی معیت حاصل نہیں جس کی حیات پاک کا ایک ایک لمحہ قرآن کی زندہ تشریح و تفسیر تھا۔ خود قرآن نے کہا:۔

وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انہیں میں سے مبعوث فرمایا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور بیشک اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں تھے (الجمعہ ع ۱)

اب اگر اس کمی کو پورا کیا جا سکتا ہے تو صرف اس طرح کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور ارشادات کو آپ کی زندگی کا قائم مقام بنایا جائے اور ان کی روشنی میں قرآن کو زیر عمل لایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے فرمایا۔

"رسول اللہ کی پاکیزہ زندگی میں تمہارے لئے بہترین نمونہ عمل ہے" (احزاب ع ۳)

آپ یہ نمونہ عمل دیکھنا چاہیں تو قدم قدم پر سید البشر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی آپ کو راہنمائی دے گی۔

دنیا میں بہت سے لوگوں نے وعظ کہے ہیں اور بڑے اچھے انداز میں کہے ہیں اصول پیش کئے ہیں اور سنہری اصول پیش کئے ہیں مگر بہت کم ایسے

ہیں جنہوں نے ان پر عمل کر کے دوسروں کے لئے آسانیاں پیدا کی ہوں، یہ شان آپ کو اس معلّم انسانیت کی زندگی میں نظر آئے گی کہ جو بات فرمائی سب سے پہلے اس پر عمل فرمایا۔ آپ نے یہ تعلیم دی کہ پانچ وقت کی نماز پڑھنی چاہیئے مگر آپ خود صرف پانچ وقت کی نہیں آٹھ وقت کی نماز ادا فرماتے تھے چاشت، اشراق اور تہجد کے نوافل پانچ نمازوں کے علاوہ تھے اور نمازیں بھی کیسی نمازیں کہ صحابہؓ کہتے ہیں۔ نماز پڑھتے وقت ہم آپ کے سینہ کی آواز اس طرح سنتے تھے جیسے ہانڈی میں ابال آتا ہے۔ نمازوں میں رونے کی وجہ سے آپ کے سینہ مبارک میں چکی چلنے کی آواز آتی۔ رات رات بھر خدا کے حضور مصلّی پر کھڑے رہتے۔ یہاں تک کہ پاؤں سوج جاتے۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی۔ حضرت عائشہؓ عرض کرتی ہیں یا رسول اللہ! آپ تو معصوم ہیں آپ کو اس عبادت و ریاضت کی کیا ضرورت ہے اور حضور فرماتے۔ اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا۔ (کیا میں خدا کا شکر گذار بندہ نہ بنوں)

آپ نے یہ اصول دیا کہ سال بھر میں ایک ماہ کے روزے رکھنے چاہئیں مگر خود اپنا عمل یہ تھا کہ سال میں کوئی مہینہ بلکہ کوئی ہفتہ ایسا نہیں گزرتا تھا جس میں حضور روزے سے نہ ہوں اور روزے بھی ایسے روزے کہ ایک دن نہیں مسلسل دو دو تین تین

Marfat.com

دن بن کھائے پئے گزر جاتے تھے صحابہ رضؓ عرض کرتے یا رسول اللہ کیا اس سلسلے میں ہم بھی آپ کی پیروی کریں اور حضور جواب دیتے نہیں تم اس معاملے میں میری پیروی نہیں کر سکتے۔ مجھے تو میرا آقا و مولا کھلا پلا دیتا ہے۔

(۲)

حضورؐ نے اگر یہ ہدایت فرمائی کہ دنیا میں رہ کر عالم آخرت کو مدنظر رکھنا چاہیے تو اپنا عمل یہ تھا کہ پیشاب سے فارغ ہوتے او مٹی سے تیمم فرما لیتے۔ ابن عباسؓ عرض کرتے یا رسول اللہ پانی تو یہاں قریب ہی موجود ہے اور حضورؐ فرماتے کیا معلوم پانی تک پہنچنے سے قبل ہی موت آجائے۔ زہد و قناعت کی تلقین فرمائی تو یہ نمونہ پیش فرمایا کہ سلطانِ عرب ہونے کے باوجود چٹائی پر سوتے اور اٹھتے تو آپکے جسم مبارک پر چٹائی کے نشانات پڑ جاتے صحابہؓ عرض کرتے یا رسول اللہ اجازت ہو تو ہم آپ کے لیے ایک بچھونا تیار کرلیں تو آپ فرماتے مجھے دنیا سے کیا کام میری مثال تو اس مسافر کی ہے جو تھوڑی سی دیر کے لیے درخت کے سائے تلے آرام کرے اور پھر اس کو چھوڑ کر چل دے ۔۔۔ دنیا نے فقر اور درویشی کے کئی مناظر دیکھے ہوں گے مگر یہ کم دیکھا ہوگا کہ سرورِ کائنات کی لختِ جگر آئے۔ باپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ہاتھ کے چھالے دکھائے

Marfat.com

کہنے ابا جی! دیکھئے چکی پیستے پیستے میرے ہاتھوں پر چھالے پڑ گئے ہیں مشکیں ڈھوتے ڈھوتے جسم پر داغ پڑ گئے ہیں۔ ابا جی مجھے بھی خادمائیں عطا ہوں اور حضور نے ارشاد فرمایا فاطمہ رض! یہ خادمائیں تمہیں نہیں مل سکتیں۔ یہ تو مدینے کے غربا اور محتاجوں کے لئے ہیں — دنیا کی کس "شہزادی" نے یہ نظیر پیش کی ہوگی؟

آسیہ گرداں و لب قرآں سرا

کون ہے جس کو مال و دولت اور سیم و زر کی پیشکش کی گئی ہو اور وہ اس پر زہد کی زندگی کو ترجیح دے۔ حضور فرماتے ہیں حق تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کے اس پتھریلے میدان کو سامنے کر کے مجھ کو یہ اختیار دیا تھا کہ اگر میں پسند کروں تو وہ اپنی قدرت سے اس کو سونا بنا دے میں نے عرض کی۔

پروردگار! میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن شکم سیر رہوں تو ایک دن بھوکا بھی رہوں۔ جب بھوکا ہوں تو تیرے سامنے گریہ وزاری کروں اور تیری یاد کروں اور جب شکم سیر ہوں تو تیری حمد و ثنا کروں اور تیرا شکر بجا لاؤں (احمد و ترمذی)

حضور نے اگر طلبِ علم کی نصیحت فرمائی اور یہ کہہ کر فرمائی کہ اس کے لئے چین بھی جانا پڑے تو بھی گریز نہ کرو۔ تو علم کے لئے ذوق و شوق کی یہ عملی مثال بھی

Marfat.com

دنیا کے سامنے پیش کی کہ ابتداء میں جب کبھی وحی الٰہی کا سلسلہ کچھ مدت کے لئے رک جاتا تو آپ سخت بے چین ہو جاتے اور ایسا لگتا جیسے آپ زندگی سے بیزار ہیں خود قرآن نے شہادت دی :۔

"قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو اس لئے حرکت نہ دیجئے کہ آپ اُسے جلد اخذ کر لیں، یقیناً اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے تو جب ہم اسے پڑھیں تو آپ اس پڑھنے کی پیروی کریں پھر ہمارے ہی ذمے اس کی تشریح بھی ہے"۔ اسوۂ قیامؐ دُنیا نے زبانِ مبارک سے قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسْتَقِمْ کے الفاظ سنے تو یہ کردار بھی دیکھا کہ پتھر کھائے جا رہے ہیں۔ طعنے سہے جا رہے ہیں۔ نظر بندی کی تکلیفیں برداشت کی جا رہی ہیں چوٹی سے ایڑی تک خون کی تلیاں بہ رہی ہیں مگر ایسے میں بھی استقامت و عزیمت میں فرق نہیں آتا حضرتؐ حق سے کوئی شکوہ و شکایت نہیں التجا ہوتی ہے تو صرف یہ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ "اے رب! میری قوم کو ہدایت دے کہ یہ لوگ نہیں جانتے"۔

رسالتِ محمدیؐ کی امتیازی حیثیت

ہم جس دنیا میں بس رہے ہیں یہ دنیا مختلف النوع طبقات انسانی پر مشتمل ہے اس میں وہ لوگ بھی ہیں جن کے علم و فضل کا شہرہ ہے اور وہ بھی ہیں جو اپنی استعداد کے لحاظ سے بالکل جاہل اور بے علم ہیں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جو ہر بات کو دلیل کی کسوٹی پر جانچتے اور پرکھتے ہیں اور ایسے افراد بھی بہت تعداد میں ہیں جن کی طبیعتیں خرقِ عادت افعال دیکھے بغیر مطمئن نہیں ہوتیں۔ یہاں بادشاہ بھی رہتے ہیں اور گدا بھی اور دیکھا جائے تو یہی وہ تنوع اور اختلاف ہے۔ جس پر اس عالمِ رنگ و بُو کی تمام تر رعنائیوں کا دارومدار ہے۔ شاعر نے اگر کہا تو غلط نہیں کہا۔

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینتِ چمن
اے ذوق اس چمن کو ہے زیب اختلاف سے

دنیا کی اس رنگا رنگی کے پیشِ نظر عقل تقاضا کرتی ہے کہ جس شخصیت کو آدمیت کے لئے کامل نمونہ ہونے کا مقام حاصل ہو۔ وہ کسی ایک طبقہ اور گروہ ہی کے لئے اپنی زندگی میں راہنمائی کا سامان نہ رکھتی ہو بلکہ اس کے آفتابِ سیرت

کی ضو پاشیاں ہر کہ و مہ کے لئے عام ہوں وہ پستیوں کو بھی اسی طرح جگمگا دے جس طرح بلندیوں کو۔ عالموں اور فاضلوں کے لئے بھی اس کے روشن کردار ہیں "برہان" رسالت ہو اور جاہلوں اور بدوؤں کے لئے بھی طمانیت قلب کا سامان وہ صرف بڑے بوڑھوں ہی کو متاثر نہ کرے بلکہ اس کی پاک زندگی میں نوجوانوں کے لئے بھی ایک بہترین نمونۂ عمل ہو وہ بادشاہ و گدا اور امیر و غریب کو یکساں مستفیض و مستفید فرمائے اور آپ اگر اس نقطۂ نظر سے حضور کی زندگی کا مطالعہ کریں گے تو بے اختیار پکار اٹھیں گے کہ

بہار عالم حسنش جہاں را تازہ می دارد
برنگ اصحاب صورت را ببو اصحاب معنی را

یہاں نجاشی بادشاہانہ رنگ استدلال سے نبی آخر الزماں کی صداقت کا ثبوت چاہتا ہے تو وہ مطمئن ہو جاتا ہے ایک بدو کی سطحیت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ درخت خود چل کر آپ کے پاس آجائے تو اس کی تشفی یہی معجزہ دکھا کر کی جاتی ہے ایک "کتابیہ" زہر دے کر آزمانا چاہتی ہے کہ دیکھوں آپ کو اس کا کس طرح پتہ چلتا ہے؟ اور حضور یہ فرما کر کہ گوشت کے اس ٹکڑے نے مجھے زہر کی اطلاع دی ہے اسے بھی رسالت کا حلقہ بگوش بنا لیتے ہیں کوئی اعجوبہ پسند طبیعت گھر لوں

Marfat.com

کی شہادت چاہتی ہے تو دستِ مبارک کی کنکریاں آپ کی سچائی کا اعتراف کرا اٹھتی ہیں۔ سلمانؓ فارسی آسمانی کتابوں کی روشنی میں تلاشِ حق کو نکلتے ہیں تو محمدؐ کی شخصیت ان کے لئے بھی گوہرِ مقصود بن جاتی ہے کچھ وہ بھی ہیں کہ جن کے لئے "روئے آوازو پیمبر معجزہ است" ——— وہ آپؐ کی شکل دیکھتے ہیں اور کہہ اٹھتے ہیں"

"کہ خدا کی قسم یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا نہیں ہو سکتا"

غرضیکہ آنحضورؐ کی پاک زندگی ہر استعداد اور ہر صلاحیت کے آدمی کو مطمئن کرتی ہے اور انسانی زندگی کے سارے طبقات اس چشمۂ صافی سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔

(۲)

دنیا میں حضرتِ عیسیٰؑ اور حضرتِ موسیٰؑ سمیت جتنے بھی انبیاء تشریف لائے ہیں ان کی زندگی کے بہت کم حالات ہمارے سامنے ہیں بعض تو وہ ہیں جن کے ناموں کے سوا اور کچھ معلوم ہی نہیں مگر جن کے متعلق دنیا کچھ جاننے کا دعویٰ کر سکتی ہے ان کے متعلق بھی گنتی کے چند واقعات کے سوا باقی ماندہ تفصیلات ناپید ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ دنیا کے دو عظیم مذاہب کے بانی سمجھے جاتے ہیں

Marfat.com

اوران کے "پیروؤں" کی بڑی بھاری تعداد آج بھی روئے زمین پر موجود ہے مگر خود ان کی زندگی کے بھی بہت کم اجزاء محفوظ رہ سکے ہیں اور سچ پوچھئے تو ان اجزاء کو بھی محفوظ نہیں کہا جاسکتا۔ توراۃ جس سے حضرت موسیٰؑ کی زندگی کا سراغ ملتا ہے اس کے متعلق خود یہودی بتاتے ہیں کہ وہ کئی بار دنیا سے غائب کردی گئی۔ اس کے تمام نسخوں کو متعدد مرتبہ جلایا گیا۔ یہاں تک کہ اب صرف اس کے ترجمے باقی ہیں۔ اصل کتاب بے نشان ہو کر رہ گئی ہے اور عجیب ستم ظریفی یہ ہے کہ اس توراۃ میں جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب مانا جاتا ہے حضرت موسیٰؑ کی تجہیز و تکفین کے قصے درج ہیں۔

انجیل جو حضرت عیسیٰ کی سیرت کا واحد ماخذ بن سکتی تھی۔ اس کی صحت کا حال کچھ اس سے بھی خراب تر ہے۔ یہ ذکر پہلے ایک مضمون میں ہو چکا کہ عیسائیوں کے ہاں سینکڑوں بلکہ ہزارہا انجیلیں پائی جاتی ہیں۔ مگر آج ان میں سے صرف چار انجیلوں کو معتبر مانا جاتا ہے اور یہ چار انجیلیں بھی کیسے منتخب ہوئیں۔ یہ واقعہ بھی سننے سے تعلق رکھتا ہے ۳۲۹ء میں قسطنطین اعظم نے مشرقی روم کے ایک شہر "نیقیہ" میں پادریوں کی ایک کانفرنس منعقد کی جس میں تین سو پادری اطراف واکناف سے شریک ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ بادشاہ کی صدارت میں مسلسل دو مہینہ تک اس کانفرنس کے

اجلاس ہوتے رہے اور اسی میں یہ عجیب و غریب واقعہ پیش آیا کہ ایک گرجا میں تمام انجیلیں ڈھیر کر دی گئیں اور پادری سجدے میں گر کر دعائیں مانگتے رہے کہ اے رب! جو انجیلیں کھوٹی ہیں وہ گر جائیں چنانچہ مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا منظور کی اور چار انجیلوں کے سوا باقی تمام انجیلیں گر گئیں۔ اس کے بعد سے یہی چار انجیلیں مستند و معتبر سمجھی جاتی ہیں۔

جن کتابوں کے "استناد" کا عالم یہ ہو اول تو ان پر اعتماد کیا ہی نہیں جا سکتا لیکن بفرضِ محال انہیں موجودہ شکل میں سچا تسلیم کر بھی لیا جائے تب بھی ان سے اِن جلیل القدر انبیاء کے احوال اور تذکرے مرتب نہیں ہو سکتے۔ تورات کی اطلاع کے مطابق حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس برس میں چند موٹے موٹے واقعات کے علاوہ ہمیں ایک خلاء ہی خلاء نظر آتا ہے حضرت موسیٰؑ کی روزمرّہ کی زندگی۔ معاملات و تعلقات کہیں زیرِ بحث نہیں آتے۔ انجیلوں میں حضرتِ عیسیٰ کی عمر ۳۳ سال بیان کی گئی ہے مگر ان ۳۳ سالوں میں صرف آخری تین سالوں کے حالات انجیلوں سے معلوم کئے جا سکتے ہیں۔ بقیہ زندگی پر تاریکی کے "دبیز" پردے پڑے ہوئے ہیں مگر جب وہ آیا جس کے متعلق مسیح یہ کہہ کر دنیا سے تشریف لے گئے تھے کہ

Marfat.com

"میرا جانا ہی تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ آنے والا میرے جانے
کے بغیر نہیں آئے گا۔"

تو اس کی زندگی کی جملہ تفصیلات کو نوعِ انسانی کی متاعِ عزیز مان کر رہتی دنیا تک
کے لئے ہر التباس اور ہر شک وشبہ سے محفوظ کر دیا گیا۔

وہ پاکباز انسان جنہوں نے گلشن انسانیت کے اس گل سرسبد کی بوباس
کو سونگھا اور سونگھ کر ہم تک پہنچایا ایک لاکھ سے زیادہ شمار کئے گئے ہیں۔

تذکرہ رسالت کے ایک ایک واقعہ کو عموماً آٹھ آٹھ دس دس راویوں نے بیان
کیا ہے اور تاریخ کا یہ عظیم وجلیل تذکرہ اتنا مکمل اور اتنا جامع و مانع ہے کہ گو حضور
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن آج بھی آپ کی پاک زندگی
کا گوشہ گوشہ ہمارے سامنے کھلی ہوئی کتاب کے مانند موجود ہے۔ یہاں کوئی سوال
ایسا نہیں جس کا جواب نہ ملتا ہو۔ کوئی شبہ ایسا نہیں جو دور نہ ہوتا ہو۔ آپ چاہیں تو
یہ تک معلوم کر سکتے ہیں کہ حضور بالوں میں کنگھا کس طرح فرماتے تھے حضورؐ سرمہ کس
طرح ڈالتے تھے۔ حضورؐ کا جوتا کس طرح کا تھا اور حضورؐ کا پسینہ کیسا تھا یا وراس طرح
کی تمام جزئیات آپ کو مرتب شکل میں مل سکتی ہیں۔ جناب رسالتمآب کی یہ وہ امتیازی
شان ہے جسے باسورتھ اسمتھ نے دیکھا تو وہ کہنے پر مجبور ہو گیا۔

Marfat.com

"کوئی شخص یہاں (محمدؐ کی سیرت) کے متعلق نہ خود کو دھوکہ دے سکتا ہے اور نہ دوسرے کو دے سکتا ہے کہ یہاں دن کی پوری روشنی ہے"۔ (الائف آف محمد صفحہ ۱۰۸)

اور پھر انہی تذکروں پر موقوف نہیں حقیقت یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ یہ تذکرے بھی نہ ہوتے تب بھی تنہا قرآن سے آپ کی زندگی پر اتنی روشنی پڑ جاتی ہے کہ کوئی چاہے تو فقط اسی سے آپ کی سیرت مرتب کر دے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ام المؤمنین حضرتِ عائشہ رضؓ سے آپ کی سیرت کے متعلق استفسار کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا۔ کان خلقہ قرآن — آپ کے اخلاق کی تصویر، قرآن ہے۔ پھر دیکھنے والے دیکھیں اور سوچنے والے غور کریں تو انہیں نظر آئے گا کہ رسالتِ محمدی کی امتیازی حیثیت کچھ یہیں تک محدود نہیں ہے۔ آپ کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ آپ کی زندگی تمام انسانی جماعتوں اور گروہوں کے لئے مثالی زندگی ہے آپ بادشاہوں اور جرنیلوں اور ججوں کے لئے بھی نمونہ ہیں شوہروں باپوں اور بیٹوں کے لئے بھی نمونہ۔ تاجروں اور معلموں اور زاہدوں کے لئے بھی آپ کی زندگی میں ہدایت ہے اور امیروں، غریبوں اور درویشوں کے لئے بھی اسوۂ کاملہ — انسان کسی پیشہ اور کسی استعداد کا ہو بشرطیکہ وہ انسان ہو حضورؐ کی پاک زندگی میں اس کے لئے کامل

رہنمائی پائی جاتی ہے ـــــ اس کمالِ رہنمائی کا اثر دیکھنا ہو تو صحابہ رضؓ کی زندگی میں دیکھیے یہاں بہترین سپہ سالار اور جرنیل اور حکمران و مدبر بھی آپ کو مل جائیں گے اور زاہد و عابد فقیر و درویش متوکّل علی اللہ افراد بھی، یہاں آپ کو علماء فضلاً اور تجار و امراء ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والی بہترین انسانی ہستیاں نظر آجائیں گی ـــــ ان ہستیوں کو دیکھیے اور اس کے بعد فیصلہ کیجئے کہ

جب اس آفتاب کی کرنوں میں اتنی درخشندگی و تابندگی ہے تو پھر خود اس آفتاب کی نورانیت کا کیا عالم ہوگا۔!!

اطاعتِ رسول

اس ظلمت کدۂ عالم میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جتنے انبیاء تشریف لاتے ہیں۔ ان کی حیثیت صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ انہوں نے ہم تک مالکِ کائنات کا حکم پہنچا دیا اور بس۔ بلکہ قرآن شہادت دیتا ہے کہ ان کی بعثت کا ایک اہم مقصد یہ بھی تھا کہ لوگ ان کی اطاعت کریں اور اس اطاعت کے ذریعے خدا کی رضا حاصل کریں قرآن نے کہا۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ ہم نے جتنے بھی رسول بھیجے ہیں اس لئے بھیجے ہیں کہ ان کی اطاعت کی جائے اور یہ اللہ کے اذن سے ہے۔ اسی مضمون کو

انکیز اور اسلوب سے یوں بیان فرمایا

"جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی" (النساء ۸۰)

اور اس "اطاعت" کی بھی تشریح فرمادی کہ یہ اطاعت ایسی ہو جس میں اخلاص و انقیاد اور تسلیم و رضا کی تمام خصوصیتیں موجود ہوں۔ یہاں تک تنبیہ کردی کہ اگر اطاعت رسول میں ذرا برابر بھی دل کی تنگی پائی گئی تو یہ ایمان کے فقدان کی علامت ہوگی۔ سورۂ نساء میں کہا گیا:۔

"پس قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ہرگز مومن نہ ہوں گے۔ جب تک کہ ایسا نہ ہو کہ وہ آپس کے تمام جھگڑوں میں آپ کو حکم بنائیں پھر جو فیصلہ آپ فرمادیں اس سے اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور اپنے آپ کو بالکل حوالہ کردیں"

پھر اس اطاعت کو صرف زندگی کے اہم معاملات تک ہی محدود نہیں رکھا گیا بلکہ یہ حکم دیا گیا کہ چھوٹے سے چھوٹے معاملہ میں بھی رسول کی اطاعت کی جائے اجازت لے کر رخصت ہونا یا بلا اجازت چلے جانا یہ کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہے لیکن اگر کسی اجتماعی کام میں شرکت کرنے کے بعد رسول ﷺ کی اجازت لئے بغیر کوئی شخص رخصت ہو جائے تو یہی بات شرائط ایمان کی خلاف ورزی کا باعث بن جاتی ہے

قرآن نے بتایا:۔

"مومن تو اصل میں وہی ہیں جو اللہ اور رسولؐ کو دل سے مانیں اور جب کسی اجتماعی کام کے موقع پر رسولؐ کے ساتھ ہوں تو اس سے اجازت لئے بغیر نہ جائیں جو لوگ تم سے اجازت مانگتے ہیں وہی اللہ اور رسولؐ کے ماننے والے ہیں" (سورہ نور - ۶۲)

جنت میں کون داخل ہوگا اور کون نہیں۔ حضورؐ نے خود اس کو واضح فرمایا۔ اور بتادیا کہ جو لوگ میری اطاعت کریں گے وہی جنت میں داخل ہوں گے حضورؐ نے فرمایا:۔

"میری امت کے تمام افراد جنت میں داخل ہوں گے بجز ان کے جو میرا انکار کریں گے پوچھا گیا۔ آپ کا انکار کرنے والے کون ہیں؟ فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا۔ اور جو میری نافرمانی کرے وہی میرا انکار کرنے والا ہے" (حدیث نبوی)

اندازہ کیجئے۔ یہی نہیں کہ اطاعت کرنے والوں کو جنت میں داخل ہونے کا مژدہ سنایا جارہا ہے۔ بلکہ وہ لوگ جو آپ کو پیغمبر مان کر حلقۂ اطاعت سے باہر نکلے ہیں ان کو منکرِ رسالت قرار دیا جارہا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر کو

ماننا اس طرح کا ماننا نہیں ہے جس طرح ہم کسی تاریخی شخصیت کو تسلیم کرتے ہیں یا محض کسی کی صداقت کا اقرار کرتے ہیں بلکہ یہ وہ "ماننا" ہے جس کے لئے اطاعت شرطِ اوّل کا حکم رکھتی ہے اور اسی وجہ سے قرآن نے اعلان کیا ہے۔

"ان لوگوں سے یہ کہہ دیجئے کہ اگر تم واقعی اللہ سے محبت رکھتے ہو تو تم کو میری پیروی کرنی چاہیئے اللہ تم سے محبّت فرمانے لگے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگذر فرمائے گا۔" (آلِ عمران)

(۲)

عبادت کتنا پسندیدہ فعل ہے؟ یہاں تک کہ اسے جن و انسان کی پیدائش کا مقصدِ اولیں بتایا گیا ہے مگر یہی عبادت اگر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے ہٹ کر کی جائے تو انسان کے لئے وبال بن جاتی ہے مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ تین صحابہ رضؓ امہات المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی عبادت کا حال پوچھا جب تفصیل بیان کی گئی تو وہ اسے اپنے حق میں کچھ کم سمجھے اور کہنے لگے کہ آپؐ تو معصوم ہیں پھر آپ کا اور ہمارا کیا مقابلہ؟ ان میں سے ایک نے کہا میں تو ہمیشہ تمام رات نماز پڑھوں گا۔ دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا تیسرے

Marfat.com

نے کہا میں کبھی نکاح نہیں کروں۔ ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ اس اثناء میں آنحضورؐ تشریف لے آئے۔ آپؐ نے فرمایا تم لوگ ایسی ایسی باتیں کر رہے تھے تو سن لو! تم سب میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والا میں ہوں اور تم سب سے بڑھ کر متقی میں ہوں میں تو روزہ بھی رکھوں گا اور افطار بھی کروں گا شب میں نماز بھی پڑھوں گا اور سوؤں گا بھی اور عورتوں سے نکاح بھی کروں گا۔

اب جو شخص میرے طریقہ سے اعراض کرے گا۔ وہ مجھ سے نہ ہوگا۔ (متفق علیہ)

اندازہ کیجئے شریعت میں اطاعتِ رسولؐ کا مقام کتنا اعلیٰ و ارفع ہے؟ یہاں صرف شوقِ عبادت کا اظہار کیا جا رہا ہے اور محبت الٰہی سے سرشار ہو کر فقر و درویشی کے عہد کئے جا رہے ہیں لیکن فقط اس لئے ان کے نماز، روزہ اور مراسم بندگی کو رد کر دیا جاتا ہے کہ وہ اسوۂ رسولؐ کے مطابق نہیں ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اصل عبادت آپؐ ہی کی اطاعت اور آپؐ ہی کی اتباع ہے۔ جو شخص اس معاملے میں جتنا آگے ہوگا اتنا ہی زاہد و عابد اور خدا کا محبوب و مقرب ہوگا۔ بات صاف نہ ہوئی ہو تو ایک اور واقعہ پیش کرتا ہوں اس سے بندگی اور عبادت کی اصلیت سامنے آجائے گی۔ واقعہ یہ ہے (حضرت جابر رضؓ اس کے راوی ہیں)

Marfat.com

کہ ایک بار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں سفر کے لئے نکلے اور آپ نے روزہ رکھا اور لوگوں نے بھی روزہ رکھ لیا جب "کراع الغمیم" کے مقام پر پہنچے تو آپ نے ایک پیالہ میں پانی منگایا اور اپنے ہاتھ میں اس کو اتنا اونچا اٹھایا کہ سب لوگوں نے دیکھ لیا اور اس سے آپ نے افطار کر لیا ــــ افطار ہو چکا تو آپ کو اطلاع موصول ہوئی کہ بعض لوگ تو اب بھی روزہ دار ہیں۔ تو حضور نے فرمایا۔

"یہی لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو نافرمان ہیں"۔ (مسلم)

دیکھئے! اس واقعہ سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ عبادت سراسر آپ کی پیروی کا نام ہے۔ آپ کی اتباع میں روزہ رکھا جائے تو عبادت اور آپ کی اتباع میں روزہ توڑ دیا جائے تو بھی عبادت۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ توڑنے کے بعد بھی اگر کوئی شخص روزہ پورا کر لیتا تو بظاہر کوئی قباحت محسوس نہیں ہوتی بلکہ الٹا ثواب ملنے کا گمان ہوتا ہے لیکن اسلام نے اتنی سی بات کو بھی گوارا نہیں کیا اور صاف اعلان کر دیا کہ یہ زہد و اتقا نہیں۔ بلکہ خدا کی نافرمانی ہے۔ اقبال مرحوم نے ٹھیک کہا۔

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

Marfat.com

(۳)

اسلام میں اطاعتِ رسولؐ کتنی اہمیت رکھتی ہے؟ اسے معلوم کرنا ہو تو صحابہؓ کی زندگی پر نظر ڈالیئے اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ سے قرآن کے مخاطبین اوّل نے جو کچھ سمجھا تھا وہ صرف اتنا تھا کہ اپنے آپ کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سانچے میں ڈھال دو۔ وہ جس بات کے کرنے کا حکم دیں اسے کرو اور جس سے روکنے کا فرمائیں اس سے رُک جاؤ۔ وہ قرآن کے اس فرمان کی جیتی جاگتی تصویر تھے کہ "وَمَا آتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا" رسول اللہ تمہیں جو دیں اسے لے لو اور جس سے منع کر دیں اس سے رُک جاؤ۔ یہ علمِ دین کی رازدار ہستیاں ہی نہیں کہ اوامر و نواہی میں حضورؐ کی اطاعت کو فرض سمجھتی تھیں بلکہ آپؐ کی ایک ایک ادا کا اتباع ان کے لئے سرمایۂ نشاط تھا۔

"حضرت عمارہؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے بشر بن مروان کو دیکھا کہ وہ منبر پر خطبہ میں اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر انہوں نے فرمایا خدا تعالیٰ ان دونوں ہاتھوں کا ناس کرے کیونکہ میں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا تھا آپ تو اپنے ہاتھ کی

صرف شہادت کی انگلی اٹھاتے تھے" (مسلم)

بات بظاہر چھوٹی سی ہے کہ منبر پر کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ اُٹھائے جائیں یا صرف ایک انگلی۔ مگر جب صحابی کی نظر سے آنحضورؐ کی ایک ادا گزر چکی تھی تو اس نے پسند نہ کیا کہ اس کے خلاف عمل کیا جائے اور یہ صرف حضرت عمارہؓ ہی پر موقوف نہیں۔ خلفائے راشدین رضؓ تک اگر کبھی اپنی پسند ناپسند کو ذوقِ رسولؐ سے ہٹا ہوا پاتے تو بے قرار ہو جاتے۔ امام شعرانی رحؒ نے حضرت فاروقِ اعظم رضؓ کے عہدِ خلافت کا ایک واقعہ درج کیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کو اطلاع ملی کہ بعض کپڑے بولِ عجاز سے رنگے جاتے ہیں ـــ بولِ عجاز پتوں سے بنا ہوا ایک خاص قسم کا رنگ تھا۔ تو آپ نے ایسے کپڑے اتار دینے کا حکم جاری کرنے کا ارادہ کیا۔ وجہ ناپسندیدگی یہ تھی کہ بولِ عجاز عربی میں اونٹنی کے پیشاب کو کہتے ہیں لیکن جب آپ کو دوسرے صحابہ کے ذریعہ معلوم ہوا کہ بولِ عجاز میں رنگے ہوئے کپڑے خود جنابِ سالتمآبؐ نے پہنے ہیں تو آپ فوراً اپنے اس ارادہ سے باز آ گئے اور اپنے پہلے ارادہ کو فسخ ہی نہیں کیا بلکہ اس پر بار بار استغفار کیا

شریعت کھانے پینے کے دائرے میں حلال و حرام کا تعین کر کے انسان کو آزاد چھوڑ دیتی ہے کہ وہ حلال چیزوں میں سے جس چیز کو چاہے کھائے پیئے مگر صحابہؓ

Marfat.com

کا ذوقِ اطاعت اتنا بڑھا ہوا تھا کہ اگر انہیں کبھی یہ معلوم ہو جاتا کہ حضورؐ نے فلاں کھانے کی چیز کو پسند کیا ہے تو اس کے بعد انہیں بھی وہ چیز مرغوب ہو جاتی۔ حضرت انس رضؓ کی روایت ہے کہ ایک درزی نے آنحضورؐ کے لئے کچھ کھانا تیار کیا اور آپؐ کی دعوت کر دی۔ میں بھی حضور کے ہمراہ تھا۔ صاحبِ خانہ نے جَو کی روٹی کے ساتھ جو شوربا پیش کیا۔ اس میں لَوکی کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے میں نے دیکھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم لَوکی کے ٹکڑے پیالے میں چاروں طرف تلاش کر رہے ہیں۔ بس اس دن سے لَوکی مجھے محبوب ہو گئی۔ اور اس کے بعد جس سالن میں بھی لَوکی ڈلوا سکتا تھا ضرور ڈلواتا۔

آپ لَوکی کھائیں یا نہ کھائیں۔ اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ مگر حضرت انس رضؓ کو دیکھئے کہ اطاعتِ رسول کا شوق انہیں کہاں تک لے گیا ــــ حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضؓ حضورؐ کی اطاعت میں بالکل متفق و یک رائے تھے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ آج ہمارے اندر اطاعتِ رسولؐ کی فرضیت و عدم فرضیت کے بارے میں بھی بحث کی گنجائش نکل آتی ہے۔ ع

تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیئے

☆

Marfat.com

محبّت رسولؐ

جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا لازمی نتیجہ اطاعت ہے، اور اطاعت کے بغیر محبتِ رسول معتبر قرار نہیں پاتی۔ اس طرح اطاعت بھی اس وقت تک مقبول نہیں ہے جب تک اس میں محبت شامل نہ ہو ــــ یہی وجہ ہے کہ عارفانِ شریعت نے "اطاعت کے بغیر محبت" اور "محبت کے بغیر اطاعت" ــ ہر دو صورتوں کو بدعت قرار دیا ہے۔ اگر آپ حضورؐ کی محبت کا دم بھرتے ہیں لیکن آپ کے احکام کی اطاعت نہیں کرتے تو کوئی معقول شخص آپ کے دعویٰ محبت کو سچا نہیں سمجھے گا عشق کا اولین تقاضا ہی یہ ہے کہ آدمی محبوب کے ہر اشارۂ ابرو پر سرِ تسلیم خم کر دے۔

عاشقی چیست بگو بندہ جاناں بُودن
دل بدست دگرے دادن و حیران بُودن،

اور اسی طرح اگر آپ اطاعت میں تو بڑی سرگرمی دکھاتے ہیں لیکن آپ کا دل عشق و محبت کے جذبات سے خالی ہے تو یہ ایسی بات ہوگی جیسے ایک چھلکے سے مغز نکال کر اسے بے کار کر دیا جائے۔ وہ اصحاب فہم و بصیرت جو

Marfat.com

"محبت کے بغیر اطاعت" کو منافقت گردانتے ہیں غور کیا جائے تو ان کا نظریہ بڑی حد تک صحیح نظر آتا ہے، بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کسی خارجی دباؤ کے تحت مطیع و فرمانبردار رہتا ہے لیکن در اصل اس کے اندر خوئے تسلیم و رضا کا نام و نشان تک نہیں پایا جاتا۔ جونہی وہ بیرونی دباؤ ختم ہوتا ہے۔ تسلیم و انقیاد کی بجائے طبیعت پھر سرکشی پر آمادہ ہو جاتی ہے اسی لئے اسلام میں اطاعتِ رسول کے ساتھ ساتھ محبتِ رسولؐ پر بھی بہت زور دیا گیا ہے۔ خود حضورؐ نے فرمایا:۔

"تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اپنے بیٹے
باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں"۔

بیٹے اور باپ کی محبت تقاضائے طبیعت ہے لیکن حضورؐ کی محبت عقل و وجدان کی طلب ہے۔ اسی لئے حضرت شاہ ولی اللہ نے فرمایا کہ کمالِ ایمان یہ ہے کہ تقاضائے عقل تقاضائے طبیعت پر غالب آ جائے ۔۔۔ عقلی تقاضے طبعی تقاضوں پر کب غالب آتے ہیں ۔۔۔ اس وقت ۔۔۔ جب یہ جذبات ہیں رچ بس کر خود انسان کی طبیعتِ ثانیہ بن جائیں، اور رگ و پے میں خون بن کر گردش کرنے لگیں یہی وجہ ہے کہ شریعت محض ظاہر میں سر کا جھکاؤ ہی نہیں چاہتی

Marfat.com

بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غائت درجے کے جذباتی لگاؤ کا بھی مطالبہ کرتی ہے۔

"عبداللہ ابن ہشام کہتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ عمر رض کا ہاتھ میں ہاتھ لئے ہوئے تھے۔ عمر رض نے آپ سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ مجھے اپنی جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب تک میں تم کو اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوں تم مومن نہیں ہو گے"۔ (بخاری)

اسی محبت آمیز تنبیہہ کا اثر تھا کہ اسے سنتے ہی حضرت عمر رض نے اعلان کر دیا کہ "اب آپ مجھے جان سے بھی زیادہ عزیز ہو گئے"۔

یہ محبت اتنی بڑھی کہ تاریخ بتاتی ہے رسولِ پاک کی وفات کے بعد جب حضرتِ عمر رض کو رسولِ پاک کا زمانہ یاد آتا تو رونے لگتے اور روتے روتے بے خود ہو جاتے۔ یہی حضرت عمر رض تھے کہ دورِ خلافت میں ایک دفعہ ان کے بیٹے حضرتِ عبداللہ نے ان سے شکایت کی کہ "ابا جان میری تنخواہ تھوڑی اور حضرتِ اسامہ رض کی زیادہ۔ حالانکہ میں ان سے کسی معاملے میں پیچھے نہیں ہوں تو حضرت

عمر نے جواب دیا۔

"بیٹا! رسول خدا اسامہ رضؓ سے بہت محبت رکھتے تھے"!

معلوم ہُوا کہ محبت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ محبوب جس چیز سے محبت رکھتا ہو۔ اس سے محبت قائم کی جائے۔ یہی وہ اصول ہے جو ہمیں اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے جس میں حضورؐ نے اہل بیتؓ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔

"اے اللہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں تُو بھی ان سے محبت فرما اور جو ان سے محبت کرے ان سے بھی محبت فرما"—— ایک اور جگہ ارشاد فرمایا "عرب سے محبت رکھو اس لئے کہ میں عربی ہوں"۔ اور یہ کہ "عرب سے بغض رکھو گے تو مجھ سے بھی بغض رکھنے لگو گے"

وہ لوگ جو اسلام کو یبوست، خشک مزاجی اور "عبوساً قمطریرا" بنانے کا علمبردار بنائے ہوئے ہیں اور محبتِ رسولؐ کو جذبات سے متعلق نہیں سمجھتے انہیں صحابہ رضؓ کی زندگی کا مطالعہ کرنا چاہیئے وہ دیکھیں گے کہ محبت اور انتہائی وارفتگی کی محبت کے جو مناظر یہاں پائے جاتے ہیں وہ چشم فلک نے شاید ہی کہیں اور دیکھے ہیں۔

جنگِ احد کا واقعہ ہے۔ امّ المؤمنین حضرتِ عائشہ رضؓ نے دیکھا کہ کچھ فاصلہ

Marfat.com

پر ایک شخص زخموں سے چُور کراہ رہا ہے۔ آپ اس کے پاس پہنچیں، پانی پلایا، سانس اکھڑ رہی تھی۔ لیکن اُمّ المومنین نے دیکھا کہ وہ کچھ کہنا چاہتا ہے ـــــ اس نے کہا۔

"اللہ کے رسولؐ ـــــ ان پر خدا کی رحمتیں ہوں؟ کاش اُن کو یہ پیغام پہنچا دیا جائے کہ اُن کا غلام زیادرضہ دنیا سے رخصت ہو رہا ہے"۔

اُمّ المومنین بارگاہِ رسالت میں پہنچیں، زیادرضہ کا پیغام دیا۔ آپ بے قرار ہو کر تشریف لائے۔ آتے ہی فرمایا۔ زیادرضہ آنکھیں کھولو! دیکھو میں آگیا ہوں"! زیادرضہ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ حضورؐ نے پوچھا زیادرضہ! کوئی آخری تمنّا؟ اور زیادرضہ نے عرض کیا "حضور! صرف ایک تمنّا ہے" اور انہوں نے جسم کو آگے گھسیٹ کر اپنا سر حضورؐ کے قدموں پر رکھ دیا۔ ان کے ہونٹ آہستہ آہستہ حرکت کر رہے تھے۔

"اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں۔ اپنے رب سے اور محمدؐ سے نبی کی حیثیت سے اور اسلام سے دین کے طور پر راضی ہوں"۔

رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا۔

○

احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات ایک آدمی مختلف وجوہ و اسباب کی بنا پر اطاعت میں کامل نہیں ہوتا۔ اس سے گاہ گاہ گناہ بھی سرزد ہو جاتے ہیں لیکن چونکہ اس کے دل میں اللہ اور رسول کی محبت ہوتی ہے اس لئے وہ راندۂ درگاہ نہیں ہونے پاتا۔ اور گناہوں کے باوجود اس کی طرف اسلام کی چشم التفات قائم رہتی ہے۔ حضرت عمرؓ فاروق راوی ہیں کہ حضورؐ کے زمانے میں عبداللہ نامی ایک شخص تھا جس کا لقب حمار تھا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا ایک دفعہ شراب نوشی کی وجہ سے اسے کوڑے بھی لگ چکے تھے، ایک دن پھر اسی الزام میں پکڑا ہوا آیا حضورؐ نے اسے کوڑے لگانے کا حکم دیا اسے کوڑے لگ چکے تو ایک شخص کہنے لگا اے خدا! یہ بار بار شراب پینے کی وجہ سے پکڑا جاتا ہے، اس پر لعنت فرما! جب حضورؐ نے یہ سنا تو فرمانے لگے۔

"اس پر لعنت مت برساؤ! بخدا میں جانتا ہوں کہ یہ خدا اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہے۔" (بخاری)

اس واقعہ سے واضح طور پر یہ بات ثابت ہو گئی کہ اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محض اطاعت ہی کا تعلق جوڑنے کا حکم نہیں دیتا بلکہ مسلمانوں کے دلوں میں آپ کے لئے محبت کے شدید جذبات بھی پیدا کرنا چاہتا ہے، اور

Marfat.com

اسے یہ بھی مطلوب ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضؓ کی طرح حضورؐ کا نام آنے پر دلوں میں ہلچل پیدا ہو جائے اور آنکھیں وفورِ جذبات سے بھیگ بھیگ جائیں، وہ لوگ جو زاہدِ خشک تو بن گئے ہیں لیکن محبّتِ رسولؐ کی اس دولت سے محروم ہیں، انہیں چاہیئے کہ وہ ان واقعات کی تاویل کرنے کی بجائے اس مقامِ مطلوب و محبوب کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ ع

ذوقِ ایں بادہ ندانی بخدا تا نہ چشی

سنّتِ رسولؐ

آپ قرآن کا مطالعہ کریں تو جگہ جگہ آپ کو ایسے مقامات نظر آئیں گے جہاں صرف اصول بیان کر کے چھوڑ دیئے گئے ہیں ان کی کوئی تشریح و توضیح نہیں کی گئی۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ تک جیسے بنیادی مسائل کے متعلق جن پر اسلام کا دارومدار ہے، کتابِ پاک میں چند احکام اور اشارے دل کے سوا کچھ نہیں ملتا، نماز کی رکعتیں، اس کی ادائیگی کے طریقے، اسی طرح زکوٰۃ اس کا نصاب اور روزہ اور حج کی دوسری تفاصیل یہ ساری کی ساری باتیں ہمیں قرآن سے نہیں سنّتِ رسول اللہ سے معلوم ہوتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ قرآن میں مسلمانوں کو رسول اللہ کا اتباع کرنے کا

Marfat.com

حکم دیا گیا ہے کیونکہ ان کے اقوال و افعال کے بغیر قرآنی احکام کو زیرِ عمل نہیں لایا جا سکتا۔

"کہ دو اگر تم اللہ سے محبّت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو، اللہ تم سے محبّت کرے گا" (آلِ عمران ۔ ۳۱)

پھر یہ بھی بتا دیا گیا کہ رسولؐ کے فرائضِ منصبی میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ قرآن کی وضاحت اور تبیین کرے۔

"ہم نے تیری طرف الذکر نازل کیا ہے تاکہ تُو لوگوں کے لئے اس چیز کو واضح کرے جو ان کی طرف اتاری گئی ہے" (النحل ۔ ۴۴)

اس تبیین و توضیح کے بغیر اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ وہ قرآن کو سمجھ لے اور اس کے جملہ احکام کی پیروی کرے تو یہ ایسے ہی ہوگا جیسے کسی بچّے کو معلّم اور استاد کے بغیر کتابیں پڑھنے پر لگا دیا جائے۔ امام ابو حنیفہ رح جیسے فاضلِ روزگار کا قول ہے۔

"اگر حدیث نہ ہوتی تو ہم میں سے کوئی بھی قرآن کو نہ سمجھتا"

قرآن حکیم بدھن اگر شاعری کی کتاب ہوتی تو یہ بات اس کے محاسن میں شمار ہوتی کہ پیغمبر اس کی تشریح خود قارئین پر چھوڑ دے اور وہ اس کے بطن سے نگارنگ

Marfat.com

معانی برآمد کریں مگر جس قرآن نے افتراق و انتشار کو ختم کرنے اور اللہ کی رسی کو مضبوط تھامنے کا حکم دیا ہو اس کے متعلق یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ پیغمبر کی تعلیم کو چھوڑ کر ہم اپنی رائے سے اس کا مفہوم متعین کرنے بیٹھ جائیں اور اس طرح اس کا تیا پانچہ کر کے رکھ دیں، آج مسلمانوں میں جتنی چیزیں متفق علیہ ہیں، ان کی وجہ یہ ہے کہ وہاں سنتِ رسولؐ سے اسلام اور قرآن کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے وگرنہ اگر آغازِ اسلام سے لے کر اب تک مسلمان سنّت سے بے نیاز رہتے، تو ان کے درمیان شاید ہی کوئی قدرِ مشترک باقی رہتی۔ آج صلوٰۃ، زکوٰۃ۔ صوم۔ حج اور دوسری بے شمار اسلامی اصطلاحات سنتے ہی فی الفور ان کا ایک متعین مفہوم ذہن میں آجاتا ہے لیکن تاریخ میں جب کبھی یہ کوشش کی گئی کہ اپنی ذہانت و فطانت سے کام لے کر ان اصطلاحات کی من مانی تشریح کی جائے وہیں اسلامی اتحاد و اتفاق ہمیں کند چھری سے ذبح ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ کسی زمانہ میں باطنیہ کو بھی خبط تھا کہ سنتِ رسولؐ سے بے نیاز ہو کر قرآن کو زیرِ عمل لایا جائے نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے اسلام کا حلیہ ہی بگاڑ ڈالا، انہوں نے کہا۔

"جبریل کسی ہستی کا نام نہیں صرف فیضان کا نام ہے۔ جنابت سے مراد افشائے راز ہے۔ غسل سے مراد تجدیدِ عہد۔ زنا سے مراد علم

Marfat.com

باطن کے نطفہ کو کسی ایسی ہستی کی طرف منتقل کرنا جو عہد میں شریک نہ ہو۔ صلوٰۃ سے مراد امامِ وقت کی طرف دعوت۔ زکوٰۃ سے مراد اہلِ استعداد و صفا میں اشاعت علم۔ صیام سے مراد افشائے راز سے پرہیز و احتیاط۔ جنت علمِ باطن۔ جہنم علم ظاہر۔ آتشِ نمرود سے مراد نمرود کا غصہ ہے نہ کہ حقیقی آگ۔ عصائے موسیٰ ع سے مراد ان کی دلیل ہے"۔ (قواعدِ عقائد آلِ محمد صفحہ ۱۸۲۷)

در تفسیر بالرّائے" کا یہی وہ شوق ہے جو ہمارے ہاں کے بعض پڑھے لکھے "اصحاب" کو اسلام سے اتنی دور لے گیا ہے کہ انہیں قرآن میں قیامت کا ذکر ہی نہیں ملتا اور وہ جنت اور جہنم کے قصے کو فقط اسی دنیا کی خوشحالی و بدحالی پر منطبق کرتے ہیں۔ اس مختصر سی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر سنتِ رسول ؐ کو نظر انداز کر کے قرآن فہمی کی کوشش کی جائے تو اسلام ایک بازیچۂ اطفال بن کر رہ جائیگا اور اس کے بعد امت کسی بنیاد پر جمع نہیں ہو سکے گی۔

(۲)

وہ لوگ جو "قرآن ہی سب کچھ ہے" کا نعرہ لگا کر حدیث اور سنّت کا انکار

کرنا چاہتے ہیں اگر کبھی خالی الذہن ہو کر غور کریں تو انہیں معلوم ہو گا کہ خود یہ اعتقاد بھی حدیث کا پیدا کردہ ہے کہ "قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے" ـــــ یہ کلام ہم پر تو براہِ راست نازل نہیں ہوا کہ ہمیں اس کے الہامی ہونے کا علم ہوا، رسول اللہ پر اترا اور انہوں نے ہی یہ فرمایا کہ یہ خدا کی کتاب ہے، ہم نے یقین کر لیا، اور اگر العیاذ باللہ وہ یہ بیان نہ فرماتے تو قرآن کے منجانب اللہ ہونے کا عقیدہ ہی ہمارے دل میں پیدا نہ ہوتا، صاف معلوم ہوا کہ ارشاداتِ رسولؐ اسلام کے نظام میں اتنا اونچا مقام رکھتے ہیں کہ اگر انہیں کوئی فیصلہ کن حیثیت نہ دی جائے تو پھر شریعت کی ساری عمارت ہی دھڑام سے زمین پر آ رہتی ہے اور دین کے کسی جز پر کوئی اعتماد و اعتقاد ہی باقی نہیں رہتا۔

(۳)

"احادیث" کی بات کی جائے تو سوال اٹھایا جاتا ہے کہ اس کی کیا ضمانت ہے کہ یہی وہ ارشادات ہیں جو زبانِ رسول سے ادا ہوئے ـــــ شکی مزاج طبیعتیں تو خیر قابلِ معافی ہیں کہ ان کے دل و دماغ میں روزمرہ کے پیش آمدہ واقعات کے متعلق بھی سو طرح کے وسوسے اور شبہے پیدا ہوتے رہتے ہیں مگر جو لوگ اپنی علمیت

اور فضلیت کا ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں۔ انہوں نے کبھی یہ بھی سوچا کہ یہ اعتراض وارد کر کے وہ اسلام کی کیا خدمت انجام دے رہے ہیں؟ اگر مقصود فی الحقیقت اشاعت قرآن ہے تو اس کے بے شمار دوسرے طریقے موجود ہیں۔ ورنہ اس طرح کے بچگانہ اعتراضات سے تو خود قرآن کا تقدس بھی مجروح ہو جائے گا۔ آپ احادیث کے متعلق یہ سوالات اٹھاتے ہیں تو پھر آپ کو اس کے لئے بھی تیار رہنا چاہیئے کہ کل کلاں اگر آپ کی شہ پا کر کسی شر پسند نے قرآن کے متعلق بھی یہی رویہ اختیار کر لیا تو آپ اس کا کیا جواب دیں گے؟ احادیث رسول اور آیاتِ قرآنی امت میں جس موثق و معتبر ذریعہ سے پہنچی ہیں وہ صحابہ کرام کی دیانت و امانت ہے۔ اب اگر احادیث کے معاملے میں آپ اس واسطے کو قابلِ اعتماد نہیں سمجھتے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کے معاملے میں بھی اسے کیوں لائق اعتبار سمجھا جائے؟

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ قرآن دوستی کے پردے میں احادیث پر زبانِ طعن دراز کر رہے ہیں وہ اسلام کے نادان دوست ہیں اور اگر خدا انہیں گوشِ ہوش دے تو وہ آج غریب اسلام کو زبانِ حال سے یہ کہتے ہوئے سن سکتے ہیں کہ۔ ع

Marfat.com

مجھ پر احساں جو نہ کرتے تو یہ احساں ہوتا

(۴)

انسان کی فطرت کا ایک خاصّہ یہ بھی ہے کہ وہ جس سے محبت کرتا ہو یا جس کی عظمت اور برتری کا قائل ہو اس کی اداؤں اور اس کی باتوں کو دل سے محو نہیں ہونے دیتا۔ وہ لوگ جنہیں اس دور میں اقبال اور قائداعظم مرحوم سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے آپ کبھی ان سے بات کریں تو آپ دیکھیں گے کہ وہ ان مرحوم اکابر سے سنی ہوئی ایک ایک بات کو مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں ان کی گفتگو کا انداز۔ لباس۔ وضع قطع ہر چیز ان کے دماغ میں محفوظ ہے اخبارات و رسائل ان بزرگوں کی یاد میں نمبر نکالتے ہیں تو ان لوگوں کے خیالات کو خاص اہمیت دی جاتی ہے اور قارئین ان چشمدید واقعات کو نعمتِ غیر مترقبہ سمجھتے ہیں اعاظمِ رجال کی باتیں ہم کیوں نہیں بھولتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی عظمت ہمارے دل میں نقش ہوتی ہے اور ہم ان کی زندگی کے ایک ایک جزئیہ کو احترام و عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ـــــ یہی حال محبت کرنے والوں کا ہے انہیں محبوب کی ایک ایک ادا، متاعِ گراں بہا معلوم ہوتی ہے۔ وہ

Marfat.com

ں کی باتوں کو بھلانا چاہیں تب بھی اس میں کامیاب نہیں ہوتے۔ ع

بھلاتا لاکھ ہوں لیکن وہ اکثر یاد آتے ہیں

انسانی فطرت کی اس خصوصیت کو سامنے رکھ کر اب ذرا ایک لحظہ کے لئے صحابۂ کرام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق پر غور کیجئے۔ جو شخصیت

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

کا مقام رکھتی ہو۔ اس کی عظمت کا کیا ٹھکانہ ہے؟ دنیا نے احترام و عقیدت کے یہ انسانی مناظر کہاں دیکھے ہوں گے کہ اساتذہ رخ بن شریک نہ ہوتے ہیں کہ

"میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کے صحابہ آپ کے ارد گرد اس طرح بے حس و حرکت خاموش بیٹھے ہیں گویا ان کے سروں پر کوئی پرندہ گھوم رہا ہے۔" (ترمذی)

صحابہ رضہ کے دلوں میں عظمتِ رسولؐ کی گہرائیوں کا اندازہ کرنا ہو تو اس واقعہ سے کیجئے کہ حضرت انس رضہ فرماتے ہیں

"میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حجام آپ کا سر مونڈ رہا ہے صحابہ آپ کو گھیرے ہوئے بیٹھے ہیں اور مقصد صرف یہ ہے کہ جو بال آپ کے سر مبارک سے گرے وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پڑ جائے۔" (مسلم)

Marfat.com

یہی وہ احساسِ عظمت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم پیغمبر کے صحابہ کو اونچی آواز سے بولنے کو منع فرمادیا تو ایک صحابی ثابتؓ بن قیس اپنے گھر بیٹھ رہے آپ کی خدمت میں آنا جانا بند کر دیا آپؐ نے سعد بن معاذ سے ان کا حال پوچھا حضرت ثابت کے پاس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کا حال ان سے بیان کیا۔ ثابت بولے کہ

"اونچی آواز سے بولنے کی ممانعت نازل ہو چکی ہے اور تم لوگ جانتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں تم سب میں زیادہ میری ہی آواز بلند ہو جاتی ہے تو مجھے غم یہ ہے کہ میں کہیں دوزخی نہ ہوں"۔ (مسلم)

یہ تو صحابہ کرام کے دلوں میں دنیا کے اس سب سے بڑے انسان کی عظمت کا عالم تھا۔ محبت کا جائزہ لیا جائے تو اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں ذرہ برابر تامل نہیں ہوتا کہ عشق و محبت کی جو لافانی مثالیں ہمیں یہاں نظر آتی ہیں تاریخ کے صفحات ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں ——— عروہ بن مسعود ثقفی ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کے سفیر بن کر آئے۔ واپس گئے تو قریش کے سامنے صحابہ کی محبت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا

Marfat.com

"لوگو! خدا کی قسم مجھے بادشاہوں کے دربار میں بھی باریابی کا موقعہ ملا ہے۔ قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے سامنے حاضر ہوا ہوں قسم خدا کی میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا جس کی لوگ عزت کرتے ہوں جتنی محمدؐ کے ساتھی محمدؐ کی کرتے ہیں قسم خدا کی جب وہ تھوکتے ہیں تو نہیں گرتا ہے وہ لیکن ان کے ساتھیوں میں سے کسی آدمی کے ہاتھ میں پھر وہ اپنے چہرہ اور اپنے بدن پر اسے مل لیتا ہے محمدؐ جب کسی بات کا انہیں حکم دیتے ہیں تو اس کی تعمیل کی طرف وہ جھپٹ پڑتے ہیں۔ جب محمدؐ بات کرتے ہیں تو ان کی آوازیں پست ہو جاتی ہیں۔ محمدؐ کو نگاہ بھر کر ان کی عظمت کی وجہ سے وہ نہیں دیکھ سکتے" (بخاری)

حضرت عبداللہؓ بن زید جو صاحب الاذان کہے جاتے تھے اپنے باغ میں کام کر رہے تھے کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کی خبر معلوم ہوئی، اسی وقت انہوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے اور کہا اے اللہ مجھے نابینا کر دے کہ ان آنکھوں سے اب کسی کو نہ دیکھ سکوں۔

یہ رسول اللہ سے صحابہ کے تعلق کی چند جھلکیاں ہیں جو اصحاب تفصیلات

چاہتے ہوں وہ احادیث و سیر کی کتابیں اٹھا کر دیکھیں۔ انہیں معلوم ہوگا کہ حضور
اپنے متبعین کی نظر میں کتنے محبوب اور کتنے باکمال و صاحبِ عظمت تھے۔
اس تعلق کو پیشِ نظر رکھئے اور اس کے بعد انصاف سے کہیئے کہ کیا یہ ممکن تھا کہ صحابہ
اپنے محبوب و عظیم رہنما کو قریب سے دیکھتے، ان کے ارشادات سنتے اور پھر
ان ساری باتوں کو بھلا دیتے؟ جو شخص ہمارے سامنے یہ عجیب و غریب اور
مضحکہ انگیز خیال پیش کرتا ہے اس کے بے عقل اور بے مغز ہونے میں کیا کو
شبہ کیا جا سکتا ہے؟

پھر یہی نہیں کہ آپ کے تذکروں میں صرف صحابہؓ کا داخلی احساس کار
ہے بلکہ خود آنحضرتؐ نے تاکید فرمائی

"ان باتوں کو یاد رکھو اور جو لوگ تمہارے پیچھے ہیں انہیں ان سے
مطلع کرتے رہنا"۔ (بخاری)

اسی پر بس نہیں حضورؐ نے میدان میں ایک لاکھ صحابہ کے مجمع کو خ
فرماتے ہیں۔ اور انہیں رغبت دلاتے ہیں۔

"تر و تازہ رکھے اللہ اس بندے کو جس نے میری بات سنی پھر
اسے یاد رکھا اور جس نے نہیں سنا ہے اس تک انہیں پہنچا دیا"۔

Marfat.com

اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جب داخلی احساسِ عظمت و محبت کے ساتھ ساتھ خارج سے اس عظیم محبوب شخصیت کی یہ تاکید بھی شامل ہو گئی ہو گی تو صحابہؓ نے کس ذوق و شوق سے احادیثِ رسول کی اشاعت کی ہو گی۔ اشاعتِ حدیث کے نتیجے میں طلبِ حدیث کی پیاس کا پیدا ہونا ایک قدرتی امر تھا اور طلبِ حدیث کا یہی وہ ذوق و شوق ہے جس کی ایک مثال خود حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بیان کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"حدیث کی طلب میں کسی ایسے آدمی کے پاس جاتا جس کے متعلق مجھے خبر ملتی کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے اور پاتا کہ وہ دوپہر میں آرام کر رہے ہیں تو اپنی چادر کو تکیہ بنا کر ان کے دروازے پر پڑ جاتا۔ ہوائیں وصول اڑا اڑا کر میرے چہرے پر ڈالتیں اور میں اسی حال میں پڑا رہتا تا آنکہ خود وہ صاحب باہر نکل آتے۔ باہر نکل کر جب وہ مجھے دیکھتے تو کہتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زادے! آپ کہاں تشریف لائے ہیں۔ میں کہتا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضورؐ سے تم کوئی حدیث بیان کرتے ہو میں نے چاہا کہ اس حدیث کو تم سے

Marfat.com

سنوں، جواب میں وہ صاحب کہتے۔ آپ نے کسی کو بھیج دیا ہوتا میں خود حاضر ہو جاتا۔ میں کہتا کہ تمہارے پاس حاضر ہونے کا مستحق میں ہوں۔" (داری)

۵

دنیا میں مختلف قوموں اور اشخاص کی جو تاریخ پائی جاتی ہے۔ وہ چند مجہول الحال راویوں کی روایات کا مجموعہ ہے اگر خوش قسمتی سے کسی عہد کا کوئی چشم دید گواہ مل جاتا ہے تو قطع نظر اس کے کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا ہے۔ قابلِ اعتماد ہے یا ناقابلِ اعتماد۔ ہم اس کی کہی ہوئی بات کو سند کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ خود وہ لوگ جو احادیث کی صحت اور عدم صحت کے شوشے چھوڑتے رہتے ہیں، تاریخ اور اس طرز پر مرتب شدہ تاریخ کے واقعات بیان کرتے ہوئے نہیں تھکتے۔ لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ جب احادیث کا ذکر آتا ہے تو کف دہن ہو کر طعن و تشنیع کے تیر چلائے جاتے ہیں۔ حالانکہ ترتیب و تدوین احادیث میں تاریخ کا جو فن نظر آتا ہے عام تاریخ کو اس سے کوئی نسبت ہی نہیں دی جا سکتی ـــــ دیکھا جائے تو احادیث کا بیشتر ذخیرہ ان چار اقسام پر مشتمل ہے۔

Marfat.com

۱۔ تواترِ طبقہ عن الطبقہ :۔

وہ احادیث جنہیں صحابہ سے تابعین اور تبع تابعین بغیر کسی اختلاف کے ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں ۔ قرآن بھی اسی تواتر سے ہم تک پہنچا ہے۔

۲۔ تواترِ عمل :۔

جیسے نماز کے پانچ اوقات، اذان اور رکعاتِ نماز

۳۔ تواترِ اسناد :۔

بہت سی سندوں کے ذریعے ایک حدیث کی روایت جیسے "الایمان بالبضع" کی حدیث ۷۰ سندوں سے مروی ہے یا احادیث ختم نبوت کہ ایک سو پچاس صحابہ نے ان کی روایت کی ہے۔

۴۔ تواترِ قدرِ مشترک :۔

مثلاً معجزات کی احادیث کہ ان میں سے ہر ایک واقعہ تو خبر واحد ہے لیکن ان احادیث کی قدرِ مشترک یہ ہے کہ خارقِ عادت کا صدور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

غیر متواتر احادیث میں سے بھی اکثر آٹھ آٹھ دس دس راویوں کی بیان کردہ

Marfat.com

ہیں، پھر ـــــ محدثین کرام نے (اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے) حدیث کے فنِ تاریخ کو مزید نکھارنے کے لئے جو حیرت انگیز محنت کی ہے غیر مسلم اسکالر بھی اسے دیکھ کر دنگ رہ گئے ہیں صرف حفاظتِ حدیث کے لئے حضراتِ محدثین نے ۵۲ علوم مدون کئے ہیں جنہیں دیکھنے کے بعد کوئی عقل دشمن ہی احادیث کی صحت کے بارے میں شبہات کا شکار ہو سکتا ہے۔ ذیل میں صرف چند مشہور علوم کا تذکرہ کرتا ہوں:۔

۱۔ علم مصطلح الحدیث:۔

فنِ حدیث پر ضروری معلومات

۲۔ علم الجرح والتعدیل:۔

راویوں کی عدالت و ثقاہت پر جرح کرنے کے طریقے مشہور کتب:

توجیہہ النظر، قواعد الحدیث وغیرہ

۳۔ علم اسماء الرجال:۔

بارہ بارہ بیس بیس جلدوں میں راویوں کے حالات درج کئے گئے ہیں۔

(میزان الاعتدال۔ امام ذہبی۔ لسان المیزان۔ حافظ ابن حجر)

Marfat.com

۴۔غریب الحدیث:۔

احادیث کے مشکل اور نامانوس الفاظ کی تشریح (کتاب: مجمع بحارالانوار ازمولانا طاہر ختنی)

۵۔تخریج الاحادیث:۔

بعض مشہور کتابوں کے مصنفین احادیث کے حوالے نقل نہیں کرتے، محدثین نے ان احادیث کو حوالوں سمیت جمع کر دیا ہے (مثلاً ہدایہ اور بیضاوی وغیرہ کی روایات پر کئی کتابیں لکھی گئی ہیں)۔

۶۔احادیث الموضوعۃ:۔

موضوع احادیث کو الگ چھانٹ دیا گیا ہے (امام سیوطی نے دو جلدوں میں یہ احادیث جمع کی ہیں۔ اس سلسلے میں ملا علی قاری اور علامہ طاہر ختنی کی کتابیں بھی مشہور ہیں)

۷۔علم الناسخ والمنسوخ:۔

کون سی احادیث ناسخ ہیں اور کون سی منسوخ

۸۔التوفیق بین الاحادیث:۔

ان احادیث میں موافقت پیدا کرنا، جو بظاہر متعارض اور متضاد نظر آتی ہیں

Marfat.com

(تاویل مختلف الاحادیث از ابن قتیبہ، اختلاف الحدیث از امام شافعیؒ اس فن کی مشہور کتابیں ہیں)

۹۔ انساب الرواۃ:۔

جس میں راویوں کے نسب درج کئے گئے ہیں (انساب الرجال الاحادیث اس سلسلے کی مشہور کتاب ہے)

۱۰۔ اسماء الصحابہ:۔

صحابہ کے نام (امام بخاری کی ایک کتاب الطارق الکبیر والاوسط اور ابن عبدالبر مالکی اس فن کی مشہور کتابیں ہیں۔)

۱۱۔ علم المختلف والمؤتلف:۔

کئی راویوں کے نام آپس میں ملتے جلتے ہیں مثلاً حصین اور حصین ان ناموں کو اکٹھا کر کے ان کے حالات الگ الگ جمع کر دیئے گئے ہیں۔ (ابن حجر کی ایک کتاب تبصیر المنتبہہ اس فن میں ہے)

۱۲۔ مشکلات الحدیث:۔

جو احادیث معنی کے لحاظ سے مشکل معلوم ہوتی ہیں اور قرآن سے ٹکراتی معلوم ہوتی ہیں، ان کی تشریح کی گئی ہے (مثلاً مشکل الآثار امام طحاوی)

Marfat.com

۱۳۔ فقہ الحدیث :۔

حدیث سے مسائل کے استنباط کا طریقہ (مثلاً اعلام الموقعین از ابن قیمؒ اور حجۃ اللہ البالغہ از شاہ ولی اللہ دہلوی)

۱۴۔ علم المحروف الحدیث :۔

آپ کو اگر حدیث کا ایک ٹکڑا معلوم ہو اور آپ کو اس کا حوالہ، سند درجہ، متن درکار ہے تو اس کے لئے بھی محدثین نے انڈکس تیار کر دیئے ہیں جن میں آپ آسانی سے وہ پوری حدیث تلاش کر سکتے ہیں۔ حافظ علی ابن عساکر نے چھٹی صدی ہجری میں "الاشراف علی معرفۃ الاطراف" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ سیوطی کی کتاب بھی اس سلسلے میں مشہور ہے۔ ایک کتاب مستشرقین نے بھی مرتب کی ہے جو مفتاح السنۃ کے نام سے مصر میں شائع ہوئی ہے۔

۱۵۔ وفیات المحدثین :۔ (محدثین کے سنین وفات)

یہ محدثین کرام کی محنتوں کے چند نمونے ہیں۔ بلا خوفِ تردید کہا جا سکتا ہے کہ دنیا میں آج تک کوئی قوم اپنے پیغمبر یا اپنے کسی راہنما کی زندگی کو محفوظ کرنے کا وہ اہتمام نہیں کر سکی جو صحابہ و تابعین نے حضورؐ کے اقوال و افعال کی حفاظت کے لئے کیا ہے ـــــ حضورؐ دنیا سے تشریف لے گئے لیکن جو شخص چاہے احادیث

کا مطالعہ کر کے آج بھی آپ کے دیدارِ معنوی سے سعادت دارین حاصل کر سکتا ہے علامہ اقبال مرحوم نے خوب کہا:۔

معنیٔ دیدار آں آخر زماں حکم او بر خویشتن کردن رواں
در جہاں زی چوں رسولِ انس و جاں تا چو او باشی قبول انس و جاں،
باز خود را بیں ہمیں دیدار اوست سنتِ او سرّے از اسرار اوست،

ختم نبوّت

ملّت اسلامیہ جن چند بنیادوں پر قائم ہے ان میں سے ایک اہم بنیاد یہ بھی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیّین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا۔ یہ وہ اساس ہے جس نے نسل، رنگ اور وطن کے امتیازات کو ختم کر کے خدا اور رسول پر ایمان لانے والوں کو بھائی بھائی بنا دیا ہے۔ یہ عقیدہ اس امر کا اعلان ہے کہ خدا کی طرف سے انسانیت کو جو راہنمائی اور ہدایت ملنی تھی وہ مل چکی۔ جن عقائد و اعمال سے کفر لازم آتا ہے وہ بتائے جا چکے اور جن خصوصیات سے اہل ایمان کی پہچان ہوتی ہے ان کی صراحت اور وضاحت کر دی گئی ۔۔۔ آپؐ کی تعلیمات کے علاوہ اب کسی نئی تعلیم پر ایمان

Marfat.com

لانا ضروری نہیں، اور نہ کسی فرد کے ماننے یا نہ ماننے پر کفر اور اسلام کا دار و مدار ہے جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضور کے بعد بھی کسی نبی کے آنے کی گنجائش ہے وہ دراصل ہمارے ملی استحکام پر ضرب کاری لگاتا ہے ہماری صفوں میں پراگندگی اور انتشار پیدا کرنا چاہتا ہے اور اس اساس کو ختم کرنے کے درپے ہے جس پر اسلام کا عالمگیر نظریہ اخوت مبنی ہے۔

عقیدۂ ختم نبوت کی یہی وہ اہمیت ہے جس کے پیش نظر ہمارے دین میں اسے اتنا اونچا مقام دیا گیا ہے کہ اگر کوئی آدمی حضورؐ پر ایمان لائے۔ لیکن آپ کے آخری نبی ہونے کا قائل نہ ہو تو اسلامی معاشرہ میں اور خدا کے حضورؐ۔ دونوں جگہ۔ اس کے ایمان اور اسلام کو لائق اعتنا نہیں سمجھا جاتا۔ حضورؐ کی بعثت کو چودہ صدیاں ہو چلی ہیں لیکن ہر دور اور دور کے ہر حصہ میں مسلمانوں نے ختم نبوت کو اپنے اعتقاد کی جان سمجھا ہے ہمارے سلف تو اس معاملے میں اتنے سخت تھے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں جب ایک آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو حضرت امام نے فتویٰ دیا کہ یہی نہیں کہ مدعی نبوت پر ایمان لانے والا کافر ہے بلکہ جو شخص اس کا ذب سے اس کے نبی ہونے کی دلیل طلب کرے گا وہ بھی کافر ہے۔

خدانخواستہ اگر اسلام دینِ کامل نہ ہوتا اور دنیا کے ہر حصّے میں ترقی پذیر معاشرہ کا ساتھ نہ دے سکتا، تو کسی نئے نبی کی ضرورت سمجھ میں آسکتی تھی لیکن جب حضور پہ دین کی تکمیل کر دی گئی۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ تو پھر جو شخص اس طرح کا ادعا کرتا ہے وہ یہ الزام لگاتا ہے کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ فضول اور غیر ضروری کام بھی کیا کرتا ہے ـــــ اسلام کا قصرِ عالیشان تعمیر ہو چکا اس بات کو خود آنحضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مختلف پیرایوں سے بیان فرمایا ہے حدیث میں آیا ہے۔

"میری اور انبیائے سابقین کی مثال ایک محل کی سی ہے جس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے۔ لوگ اسے دیکھتے ہیں اور تعجب کرتے ہیں کہ اس محل میں ایک اینٹ کی جگہ کیوں خالی چھوڑ دی گئی؟" حضور نے فرمایا کہ "وہ اینٹ میں ہوں" ـــــ اب آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ محل کی تعمیر مکمل ہو چکنے کے بعد اگر کوئی اینٹ اس میں زبردستی فٹ ہونا چاہے تو معمار اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟ اور اس کی اصل جگہ روڑوں اور غیر ضروری پتھروں کا ڈھیر ہوگا۔ وہ ترشا ترشایا خوبصورت محل؟

Marfat.com

(۲)

متعصب سے متعصب آدمی بھی اس بات کا اعتراف کرنے پر مجبور ہے کہ حضورؐ اپنی امت پر بے حد شفیق تھے اتنے شفیق کہ ماں کی شفقت بھی اس کے مقابلے میں ہیچ ہے۔ یہ اسی شفقت کا نتیجہ ہے کہ آپ نے فریضۂ رسالت سے متعلق کسی بات میں ابہام نہیں رہنے دیا، ایک ایک چیز کھول کھول کر بیان کی راہ کے سارے پیچ و خم بتائے، آنے والے زمانے کے فتنوں کی نشاندہی کی۔ قربِ قیامت کی نشانیوں کا ذکر کیا، غرضیکہ ہر ایسے معاملے پر روشنی ڈالی کہ جس سے آپ کی اُمت کو آگے چل کر واسطہ پڑنا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو منصبِ عظیم عطا فرمایا تھا۔ اس کے تقاضوں کی ادائیگی کے لئے آپ اتنے فکرمند رہتے تھے کہ جب تک حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے ساتھیوں اور پیروکاروں سے یہ اعتراف نہیں کرالیا کہ

"ہاں! آپ نے خدا کا پیغام پہنچانے کا حق ادا کر دیا"

اس وقت تک آپ کا اطمینان نہیں ہوا۔ غور کرنے کی بات ہے کہ جس پاک ہستی نے ماضی، حال اور مستقبل کے سبھی ضروری گوشے امت پر اجاگر کر دیئے۔

Marfat.com

——— اگر آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا ہوتا ——— تو اس کی اطلاع دینے میں العیاذ باللہ وہ کوئی کوتاہی برت سکتی تھی؟ یہ وہ عقیدہ تھا کہ جس پر ایمان لانے یا نہ لانے سے کفر اور ایمان کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے پھر کیا یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ جس نے جزئیات تک سے اُمت کو روشناس کرا دیا، اس بنیادی حقیقت کو متعارف کرانے میں کمی باقی رہنے دے؟ آپ سوچیں گے تو آپ کا ایمان گواہی دے گا کہ وہ لوگ جو آپ کے بعد بھی سلسلۂ نبوت کے اجراء کا امکان تسلیم کرتے ہیں۔ دراصل حضورؐ پر یہ ناپاک الزام عائد کرتے ہیں کہ آپ نے فرائضِ رسالت ادا نہیں کئے اور یہ وہ صورت ہے جسے کوئی مسلمان بقائمی ہوش و حواس قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔

قرآن اٹھا کر دیکھئے۔ کم سے کم سو آیات ایسی مل جائیں گی جن میں کہیں صراحتاً اور کہیں اشارتاً حضورؐ کی خاتمیت کو بیان کیا گیا ہے، حدیث کو پڑھئے تو ایک سو سے زیادہ اسناد سے ختم نبوت کی حدیث ہم تک پہنچی ہے، اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص بعید از قیاس تاویلوں، لغو اور مہمل دلیلوں سے ظلی و بروزی نبوت کے نئے اٹھاتا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ امت میں انتشار پیدا کر کے دشمنانِ اسلام کے ہاتھ مضبوط کرنا چاہتا ہے۔ انجیل نے

Marfat.com

خوب کہا۔

"جھوٹے نبیوں سے خبردار رہو جو تمہارے پاس بھیڑوں کے بھیس میں آتے ہیں مگر باطن میں پھاڑنے والے بھیڑیے ہیں ان کے پھلوں سے تم انہیں پہچان لو گے کیا جھاڑیوں سے انگور یا اونٹ کٹارعل سے انجیر توڑتے ہیں (متی باب ۷، آیت ۱۵-۱۶)

(۳)

عقیدۂ ختمِ نبوت کے مضمرات یوں تو بے شمار ہیں لیکن ایک دو باتیں ایسی ہیں جو ہر مسلمان کو اس کے فلسفہ اور پیغام کے طور پر دل و دماغ میں جذب کر لینی چاہئیں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ آخری رسول آجانے کے بعد یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ اب دنیا آخری مرحلے میں آپہنچی ہے، اب اس کا دم واپسیں ہے اور کچھ معلوم نہیں کہ کب یہ ساری بساط لپیٹ دی جائے ——— یہی وہ بات ہے جسے آنحضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو انگلیاں اٹھا کر اس طرح بیان فرمایا کہ میں اور قیامت اس طرح ساتھ ساتھ ہیں جیسا کہ یہ دو انگلیاں ——— ! ——— اب خود ہی اندازہ کر لیجئے کہ جب قافلہ کی روانگی کی

اعلان ہو چکے اور صدلئے جرس کانوں میں آنے لگے تو وہ مسافر کتنا نقصان
اور خسارے میں ہے جو اس کے باوجود بھی لمبی تان کر سو رہا ہے اور کارواں کا
ساتھ دینے کی تیاریاں نہ کرے،

اسی کے ساتھ ساتھ عقیدۂ ختمِ نبوت سے اس امر کی بھی تصریح کر دی گئی کہ
جس رسول کا عہدِ رسالت اب دنیا کے اختتام تک کے لئے مقدر ہو چکا
اس کی اُمت کا منصب قیادت و امامت بھی قیامت کے لئے مسلّم ہے
رسول آخری رسول ہے تو امت آخری امت، اب اس کے بعد کسی اور امت
کو برپا کرنے کی ضرورت باقی نہیں ہے۔ یہی اب دنیا کی تمام قوموں کو سیدھا
رستہ دکھانے پر مامور ہے اور اسی کو زیب دیتا ہے کہ یہ "خاتمِ اقوام" ہونے
کا تاجِ شرف و فضیلت سر پر رکھے۔ علامہ اقبال مرحوم نے مثنوی اسرار خودی
میں اسی نظریۂ خاتمیت کو یوں بیان کیا ہے۔

پس خدا بر ما شریعت ختم کرد
بر رسولِ ما رسالت ختم کرد
رونق از ما محفلِ ایّام را،
او رسل را ختم و ما اقوام را

Marfat.com

خدمتِ ساقی گری بر ما گذاشت
داد مارا آخریں جامے کہ داشت
"لَانَبِیَّ بَعْدِیْ" زِ احسانِ خداست
پردۂ ناموسِ دینِ مصطفیٰ است
قوم را سرمایۂ قوت ازو
حفظِ سرِّ وحدتِ ملّت ازو
حق تعالیٰ نقشِ ہر دعویٰ شکست
تا ابد اسلام را شیرازہ بست
دل زِ غیر اللہ مسلماں بَرکَنَد
نعرۂ لا قوم بعدی می زَنَد

Marfat.com

Marfat.com

آخرت

Marfat.com

○

تو ازاں روزے کہ در ہست آمدی
آتشے یا خاک یا بادے بُدی
گر بداں حالت ترا بودے بقا
کہ رسیدے مر تُرا ایں ارتقا
از مبدّل ہستیٔ اول نماند،
ہستیٔ دیگر بجائے او نشاند
ایں بقاہا از فناہا یافتی،
از فنائش رُو چرا برتافتی

(مولانائے روم)

○

Marfat.com

عقیدۂ آخرت

توحید پر ایمان لانے کے بعد یہ بات صاف ہوگئی کہ خدا کوئی اندھی بہری طاقت نہیں بلکہ وہ جملہ صفات سے متصف ہے وہ منصف و عادل بھی ہے۔ اور حکیم و حاکم بھی۔ رحیم و کریم بھی ہے اور قہار و جبار بھی۔ یہ اور دوسری ساری صفتیں وہ ہیں جن کے مظاہر کائنات کے گوشے گوشے میں نظر آتے ہیں، غور کیا جائے تو عقیدۂ آخرت ان صفات کا ایک بدیہی اور منطقی نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔

اگر خدا عادل ہے تو عقل تقاضا کرتی ہے کہ وہ اپنے فرمانبرداروں کو انعام و اکرام سے نوازے اور جو اس کے منکر و نافرمان ہیں انہیں سزا دے، ہر شخص کو

Marfat.com

ٹھیک ٹھیک اس کے اعمال و افعال کا بدلہ ملے۔ نیک کامیاب ہوں اور بد ناکام لیکن عملاً آپ دیکھئے کیا ہو رہا ہے۔ یہاں بالعموم راحت و آرام کی زندگی وہ گذار رہے ہیں جو خدا نام کی کسی چیز کو جانتے تک نہیں وہ روپے پیسے کھیلتے ہیں۔ اور کاروں اور ہوائی جہازوں میں سفر کرتے ہیں مگر وہ لوگ جو موحد ہیں اور احکامِ خداوندی کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں عموماً غربت و افلاس اور معاشی بدحالی کے شکار نظر آتے ہیں، اگر دنیا اسی حال میں ختم ہو جائے تو خدا کی صفت عدل کوئی معنی نہیں رکھتی!

(اسی طرح ہم نے مانا کہ خدا حکیم ہے اور اس کا کوئی کام حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔ لیکن فرض کر لیجئے اگر دنیا کی یہ محفل یونہی اجڑ جائے اور کارخانۂ حیات بس بے مقصد ہی درہم برہم ہو جائے۔ انسانی کردار کائناتِ ارضی کی سٹیج پر ایک ڈرامہ دکھا کر چھلاوے کی طرح غائب ہو جائیں تو کون ہے جو خالقِ کائنات کو حکیم مانے گا؟ سوچا جائے تو اس صفتِ حکمت کا آپ سے آپ مطلب ہی یہ ہے کہ یہ دنیا بے مقصد ختم نہ کر دی جائے بلکہ اس کا انجام بھی غایت درجہ حکیمانہ ہو!

ہم نے تسلیم کیا کہ خدا رحیم و کریم ہے، اتنا رحیم و کریم کہ اس کے رحم و کرم

Marfat.com

کا اندازہ ہی نہیں لگایا جا سکتا۔ پھر کیا یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اس دنیا میں جو لوگ ستائے جا رہے ہیں۔ وہ ان کے سر دل پر دستِ شفقت نہ رکھے اور مظلوموں کی دادرسی نہ کرے؟ غور کرنے کی بات ہے اس کا نام لینے پر کتنوں کو انگاروں پر لٹایا گیا۔ کتنے بے گھر ہو گئے۔ کتنے تھے جنہیں آروں سے چیر ڈالا گیا؟ پھر ــــ کون یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ وہ اپنے ان چاہنے والوں پر داد و دہش کی بارش نہیں کرے گا اور انہیں حیاتِ جاودانی کی لذتوں سے بہرہ مند نہیں بنائے گا ــــ؟ اگر ایسا نہ ہو تو اس کی صفت رحمت پر حرف آتا ہے اور یہ وہ قیاس ہے جسے قبول کرنے کے لئے کوئی موحد تیار نہیں ہو سکتا۔

(عقیدۂ توحید نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ "احکم الحاکمین" ہے، اور اس کی بالادستی سب پر قائم ہے۔ پھر کیا یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ اس حاکمِ حقیقی کی کوئی عدالت نہیں ہوگی، اور وہ مجرموں اور باغیوں کو سزا نہیں دے گا۔ جب دنیا کے چھوٹے چھوٹے حاکموں کے متعلق بھی ہم یہ تصور نہیں کر سکتے۔ تو اس سب سے بڑے حکمران کے متعلق یہ کس طرح باور کیا جا سکتا ہے۔)

اسی طرح آپ اللہ تعالیٰ کی دوسری صفات سامنے رکھیں۔ تو آپ کا دل گواہی دے گا کہ ایک ایسا جہان ہونا چاہیئے جس میں دنیا کی ان بے اعتدالیوں

Marfat.com

کا ازالہ ہو سکے اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے تقاضے پورے ہوں ـــــ عقلِ سلیم کی روشنی میں جب بھی سوچا گیا ہے یہی نتیجہ سامنے آیا ہے۔ خاندان قریش کے مشہور سیاستدان اور زیرک راہنما حضرت عمرؓ ابن العاص دعوتِ اسلام سے چڑ کر حبشہ چلے آئے تھے لیکن جب یہاں انہوں نے ٹھنڈے دل و دماغ سے دنیا و آخرت کے مسئلہ پر سوچا تو ان کا دل عقیدۂ آخرت پر مطمئن ہو گیا۔ روایت ہے کہ قریش کا ایک نوجوان ان کے پاس آیا، اور کہا "اے ابو عبداللہ! قوم کا خیال ہے کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف مائل ہو گئے ہو"۔ حضرت عمروؓ ابن العاص نے اسے ایک مقامِ متعینہ پر ملنے کا وقت دیا اور جب یہ دونوں ملے تو ابنِ عاصؓ نے اس نوجوان سے پوچھا۔

"میں تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ ہم ہدایت پر ہیں یا ایرانی اور رومی؟ نوجوان نے ایک لمحہ سوچے بغیر جواب دیا۔ "ہم"! حضرت عمروؓ ابن العاص نے مسکت لہجے میں کہا "پھر یہ راست روی کی فضیلت ہمارے کس کام کی؟ جب مادّی اعتبار سے وہ ہمارے مقابلے میں کہیں زیادہ صاحبِ اقتدار ہیں ـــــ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ دوسری زندگی کے متعلق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ کہتے

ہیں وہ سچ ہے۔ واقعی آخرت ہی میں نیکی کا بدلہ نیکی اور برائی کا بدلہ برائی سے دیا جائے گا۔" (عمر فاروق اعظم، از محمد حسین ہیکل)

دیکھا آپ نے! دنیا میں راست روی کا نتیجہ اگر مادی اعتبار سے وہی ہو جو ہماری نظروں کے سامنے ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ خدا رحیم ہے، حضرت عمرو ابن العاص نے خدا کی قسم دے کر اپنے ساتھی سے اسی لئے سوال کیا تھا، تاکہ ایمان باللہ کی روشنی میں ایمان بالآخرۃ پر استدلال کیا جائے ـــ یہی وجہ ہے کہ علمائے اسلام نے عقیدۂ آخرت کو توحید کی ایک فرع اور شاخ قرار دیا ہے، اگر آپ توحید پر ٹھیک ٹھیک ایمان لے آئے ہیں تو آپ کا ایمان لازماً عقیدۂ آخرت کی طرف آپ کی راہنمائی کرے گا۔ اور اگر آخرت کے متعلق آپ کو شبہات لاحق ہیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ توحید کی حقیقت اور اصلیت سے بالکل بے خبر ہیں!

قرآنِ حکیم نے اسی لئے آخرت پر اعتراض کرنے والوں کو خدا کا منکر قرار دیا ہے۔

"اب اگر ہمیں تعجب کرنا ہے تو تعجب کے قابل لوگوں کا یہ قول ہے کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم نئے سرے سے پیدا

Marfat.com

کئے جائیں گے؟ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب سے کفر کیا ہے"۔

اسی آیت میں آگے چل کر کہا۔

"یہ جہنمی ہیں اور جہنم میں ہمیشہ رہیں گے" (سورۂ رعد آیت ۵)

عقیدۂ آخرت کی اہمیت

کہا جا سکتا ہے کہ آخرت کے ہونے نہ ہونے کا مسئلہ ایک مابعد الطبیعاتی مسئلہ ہے اور اسے توحید اور رسالت کی طرح ایمان و اسلام کی بنیاد قرار دینا صحیح نہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ وہ سچائی ہے جسے جھٹلانے سے دین و مذہب کا سارا نظام باطل ہو جاتا ہے، مذہب کا اصل الاصول یہ ہے کہ انسان نیک بن جائے اور خالق کے احکام کی اطاعت کرے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کے اندر کی "انسانی جبلت" اس کے لئے ایک محرک بھی ثابت ہوتی ہے مگر یہ محرک اتنا کمزور ہے کہ بسا اوقات انسان کی حیوانی خصلت اس پر غالب آجاتی ہے، شہرت، ذاتی منفعت اور اس طرح کے چند دوسرے عارضی اور ناپائدار عوامل جہاں غالب ہوتے آدمی غلط کاری پر اتر آتا ہے، آپ خود سوچئے

Marfat.com

اگر ایک شخص کا عقیدہ یہ ہو کہ دنیا کے بعد کوئی دور عالم نہیں اور ہم سے کوئی بالادست طاقت زندگی کا احتساب نہیں کرے گی تو اسے کیا پڑی ہے کہ وہ گلچھرّے نہ اڑائے، رشوت نہ لے اور زنا نہ کرے۔ بدی کے دلفریب اور بظاہر پُرکشش رستے کو چھوڑ کر وہ نیکی کے خارزار میں کیوں اُلجھے —! جہاں قدم قدم پر پابندیاں ہیں اور جس کا ایک ایک موڑ زبانِ حال سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔

یہ قدم قدم بلائیں۔ یہ سوادِ کوئے جاناں

وہ یہیں سے لوٹ جائے جسے زندگی ہو پیاری

آپ کہیں گے انسانی راہنمائی کے لئے ضمیر جو موجود ہے مگر کبھی آپ نے سوچا ضمیر ہے کیا چیز —؟ یہ کوئی مستقل اور نہ تبدیل ہونے والی چیز نہیں ہو سکتا ہے کہ میرا ضمیر مجھے جس بات پر ملامت کرتا ہے آپ کا ضمیر اس بات پر آپ کو نہ ٹوکے، اسی طرح ایک ہندو کا ضمیر جن باتوں میں آڑے آتا ہوگا ممکن ہے ایک مسلمان انہیں قابلِ اعتراض نہ سمجھے۔ ایک مواحد اور دہریے کا ضمیر بھی آپس میں زمین آسمان کا اختلاف رکھتا ہے کیوں؟ اس لئے کہ ضمیر دراصل انسانی عقائد و نظریات اور مخصوص تربیت کے مطابق کام کرتا ہے جب ضمیر کی اصلیت یہ ہو تو کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ یہ نیکی پر ابھارنے کے لئے کافی ہے۔

Marfat.com

پس حقیقت یہ ہے کہ سیرت سازی اور حصولِ نیکی کے لئے ضروری ہے کہ ہم آخرت پر ایمان لائیں اور یہ یقین پیدا کریں کہ مرنے کے بعد ہم سے ایک ایک لمحے کا حساب لیا جائے گا یہی وہ یقین ہے جو کھلے اور چھپے ہمیں گناہوں سے بچاتا ہے اور صحیح خطوط پر ضمیر کی تربیت کر کے اسے نیکی کا ایک زوردار محرک بنا دیتا ہے۔

اشکالات کا بنیادی حل

توحید کی طرح عقلِ حیلہ ساز عقیدۂ آخرت کے بارے میں کچھ سوالات اُٹھاتی ہے ـــ اور سوالات کس چیز کے بارے میں نہیں اُٹھائے جا سکتے ـــ مگر یہاں بھی بات فقط اتنی ہے جس کا مذکورہ پہلے ہو چکا کہ عقائدِ اسلام کو عقل کے خلاف تو کوئی نہیں ٹھہرا سکتا۔ البتہ اتنا کہا جا سکتا ہے کہ عقل ان سے بعض کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ صرف اتنی سی بات پر اگر ہم حقائق کا انکار کرنے جائیں تو ہم سے بڑھ کر بے عقل اور کم سواد کون ہوگا۔ "کنوئیں کا مینڈک" اگر یہ کہہ لگ جائے کہ دنیا جو کچھ ہے وہ کنوئیں کے اندر ہے اس لئے کہ باہر کی اس نے دیکھی نہیں تو کون اس کی بات کو تسلیم کرے گا؟ یا ایک بچہ اگر ماں

Marfat.com

پیٹ میں صرف "بطن مادر" ہی کو ساری کائنات ماننے اور اس کے باہر کے جہان "کن فیکون" کا انکار کر دے تو کون صاحب عقل اس کو باور کرے گا؟ یہ دلیل تو اس کے پاس بھی ہے کہ ماں کے پیٹ کے علاوہ کسی دوسری دنیا کا وجود عقل میں نہیں آتا ـــ مولانا روم رحمہ نے اسی "عقل پرستی" پر تنقید کرتے ہوئے کہا اور خوب کہا

اے کہ اندر چشمۂ شور است جات
تو چہ دانی شطّ و جیحون و فرات

اے وہ کہ چشمۂ شور تیرا مقام ہے تو کیا جانے کہ یہاں جیحون و فرات جیسے دریا بھی موجزن ہیں۔

ایک اور جگہ کہا:۔

چوں آں کرمے کہ در سنگے نہاں است
زمین و آسمانِ او ہماں است

پتھر میں رہنے والا کیڑا اگر یہ سمجھے کہ زمین و آسمان جو کچھ ہیں بس اسی پتھر کے اندر ہیں تو اسے مطعون نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ غریب بھی عقل کی روشنی میں اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ جو کچھ نظر نہیں آتا اور جو عقل کی دسترس سے باہر ہے اسے میں کیسے مانوں ـــ؟ کہئے آپ کا کیا فیصلہ ہے آپ عقل ہی کو سب کچھ مانیں گے

Marfat.com

یا ضمیر و وجدان۔ آثارِ کائنات اور انبیاء کی شہادت کو بھی درخورِ اعتنا سمجھیں گے؟ ــــ دیکھئے! قرآن نے منکرین آخرت کے متعلق کتنی سچی بات کہی۔

"نہیں یہ بات نہیں ہے اصل حقیقت یہ ہے کہ جس بات پر یہ اپنے علم سے احاطہ نہ کر سکے، اور جس بات کا نتیجہ ابھی پیش نہیں آیا اس کے جھٹلانے پر آمادہ ہو گئے" (سورۂ یونس۔ آیت ۳۹)

سائنس اور عقیدۂ آخرت

ہر شخص یہ اعتراف کرے گا کہ عصرِ حاضر میں انسانی عقل کا جو بھرپور مظاہرہ سائنس کی شکل میں ہوا ہے وہ انسانیت کی پوری تاریخ میں لاجواب و بے مثال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ظاہر پرست طبائع ہات بات پر سائنسدانوں کے افکار و نظریات کا حوالہ دیتی ہیں اور اس طرح انکارِ خدا اور انکارِ آخرت کے ذہنی سہارے تلاش کرتی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ خود سائنسدان اور مغرب کے ممتاز مفکرین اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ آخرت۔ وحی اور اس طرح کے دوسرے حقائق سائنس کے حدودِ عمل سے خارج ہیں یہی نہیں بلکہ عقل کو خدا سمجھنے والے یورپ میں اب اہلِ علم کھلم کھلا دنیا کی مکمل تباہی پر ایمان لا رہے

ہیں جوہری بم کی ایجاد ایک عظیم الشان ایجاد سہی مگر برٹینڈرسل کو اسی کے اندر دنیا کی مکمل تباہی نظر آرہی ہے انہوں نے ۱۹۴۹ء کے موسم سرما میں ریڈیو سے ایک تقریر نشر کی اور کہا۔

"اگر جوہری بم زیادہ تعداد میں پھینکے گئے — اور عظیم جنگوں کا سلسلہ جاری رہا تو ظاہر ہے کہ پھینکے جائیں گے — تو بعض ماہرین طبیعات کا خیال ہے اور ان کی رائے واجب لحاظ و احترام ہے۔ کہ یہ بم تابکاری پیدا کردیں گے جو ہوا سے گھل مل کر اڑتے اور ادھر سے ادھر گذرتے ہوئے زندگی کی ہر صورت کو ختم کردیں گے اور چند سال بعد ہماری زمین انسانوں، جانوروں اور پودوں سے بالکل محروم اور خالی ہوجائے گی۔"[ل]

انہی برٹینڈرسل نے "مذہب اور سائنس" میں ایک قدم اور آگے بڑھایا، صاف لکھا کہ

"وہی قوانین جو ترقی کا باعث ہوتے ہیں تنزل کا سبب بھی بن جاتے ہیں۔ ایک دن سورج سرد پڑجائے گا اور زندگی ختم ہوجائے

ل بحوالہ علم کے نئے افق از سی ایم جوڈ صفحہ ۹۲

Marfat.com

گی۔ زمین پر حیوانی اور نباتی زندگی کی پوری تاریخ بہت گرم اور بہت سرد زمانوں کے بیچ کا ایک وقفہ ہے مسلسل ارتقا کوئی کلیہ نہیں۔ بلکہ تنزل اور ترقی کا پنڈولم ادھر ادھر حرکت کر رہا ہے جس میں بلاشبہ کائناتی قوتوں کے انتشار کی وجہ سے نیچے کی طرف ایک خفیف سا رجحان پایا جاتا ہے۔"

لوگ شاید تنہا برٹنڈرسل کے کہنے پر "سائنس کے محدود دائرہ کا نظریہ" تسلیم نہ کرتے۔ اس لئے "مذہب اور سائنس" ہی میں برٹنڈرسل نے متعدد دوسرے اہلِ علم کو اپنے افکار پر گواہ بنایا۔ ان خیالات کا مطالعہ کیجئے اور پھر بتلایئے کہ کیا سائنس کو عقیدۂ آخرت کا نقیض ٹھہرانا صحیح ہے ـــ؟

"سائنس، سائنس ہونے کی حیثیت میں "کیوں" کا سوال کبھی نہیں اٹھاتی تخلیق سے پہلے اور اس کے بعد کی غرض و غایت کے بارے میں کبھی تجسس نہیں کرتی ـــ سائنس حقیقت کا نقطۂ آغاز یا اس کا سنگِ بنیاد ہونے کا دعویٰ کبھی نہیں کرتی۔ سائنس ماورائے محسوسات اور روحانی مسائل میں "اپنے طریقہ استعمال کرنے سے عاجز ہے (سر آرتھر تھامپسن)

Marfat.com

"وحی اور الہام ایک ایسا تجربہ ہے جو اصولی حیثیت سے سائنس کے حدودِ عمل سے پرے ہے (ڈاکٹر مینونگی)

سائنس "کیوں" کا جواب نہیں دے سکتی۔ البتہ مذہب اس کا جواب دے سکتا ہے کہ ستارے کیوں بنے؟ سورج سے سیارے کیوں پھوٹے؟ یا زمین کیوں پیدا ہوئی اور اس سے آخر کار زندگی کیوں پیدا ہوئی (سر آرتھر تھامپسن)

"ہم اپنے داخل کے سچے عملی تصورات حق، ایثار، جمال اور ان سے حاصل شدہ برادرانہ تعلقات کے اصولوں میں خدا کا جلوہ پا سکتے ہیں۔" (پروفیسر جے۔ ایس۔ ہالڈین)

برٹرینڈ رسل نے متعدد حوالے نقل کرنے کے بعد سائنس کی "نارسائی" کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"سائنس اقدار کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتی اور ایسے مسائل مثلاً محبت،

Marfat.com

نفرت سے بہتر ہے اور رحم ظلم سے افضل ہے کے متعلق کوئی رائے نہیں دے سکتی"۔

ہوسکتا ہے آپ کہیں کہ سائنس اگر آخرت اور دوسرے مابعد الطبیعاتی عقائد کا انکار نہیں کرتی تو ان کا امکان بھی تو تسلیم نہیں کرتی ـــــ آیئے اس سلسلے میں ایک اقتباس اور بھی پڑھ لیجئے۔ برطانیہ کے مشہور سائنس دان مسٹر ہوٹل نے کوہ پالومر (کیلیفورنیا) کی ۲۰۰ انچ دکھانے والی دوربین سے کائنات کا مشاہدہ کیا۔ ان کے انکشافات ۲۰ ستمبر کے "مارننگ نیوز" ڈھاکہ میں شائع ہوئے ہیں۔ مسٹر ہوٹل کائنات کی بوقلمونیاں دیکھنے کے بعد بے اختیار پکار اُٹھے۔

"اس کائنات میں ہر چیز ممکن ہے یعنی روحانیت اگر کوئی چیز ہے تو کائنات میں اس کے لئے گنجائش ہے اور اگر جنت و دوزخ کوئی چیز ہے تو کائنات میں ان کے لئے بھی گنجائش ہے"

خسارے میں کون ہے؟

جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ ان کا قیاس یہ ہے کہ دنیا ایک دن بہر حال تباہ و برباد ہو جائے گی اور اس کے بعد اس کرۂ ارض پر زندگی کا نام و نشان

Marfat.com

باقی نہیں رہے گا۔ "قیاس" کا لفظ ہم نے اس لئے استعمال کیا ہے کہ وہ اپنے اس نظریہ کے ثبوت میں کسی عینی مشاہدے کی دلیل نہیں رکھتے۔ یہ محض ان کا ظن ہے کہ دنیا کے خاتمے پر کسی دوسرے عالم کا ظہور نہیں ہوگا اور ظن کے لئے ضروری نہیں کہ وہ صحیح نکلے۔ فرض کیجئے۔ آخرت کو جھٹلانے والا گروہ اس چند روزہ زندگی میں شریعت الٰہی کو پس پشت ڈال دیتا ہے اور مرنے کے بعد اس کے نظریہ کے مطابق اس سے کوئی محاسبہ نہیں کیا جاتا، تو اسے بجز اس بات کے کوئی فائدہ نہیں ہوگا کہ وہ دنیائے فانی میں جی بھر کر بے اعتدالیاں کر چکا ہے اور یہاں اس نے خوب آزادی کے دن گذارے ہیں لیکن اگر اس گروہ کا ظن بے بنیاد ثابت ہوا جیسا کہ دنیا کی عظیم اکثریت مانتی چلی آئی ہے تو اندازہ کیجئے کہ چند دن کی عارضی لذت کے لئے اسے جو عذاب بھگتنا پڑے گا وہ اس آزادی و بے راہ روی کے عوض اسے کتنا مہنگا پڑے گا؟ جو لوگ انبیائے صادقین کی اطلاع پر یقین بلکہ عین الیقین رکھتے ہیں ان سے بحث نہیں کہ وہ اپنے پختگی ایمان کے لئے کسی دلیل کی حاجت نہیں رکھتے۔ سوال تو ان کا ہے جو سواد دل سے ہے جو ماورائے عقل امور میں بھی عقل سے فیصلہ کرانے کے خواہشمند ہیں انہیں سوچنا چاہئے کہ اس عظیم ترین "خطرے" کے باوجود وہ اپنے ظن اور قیاس پر کیوں اڑے ہوئے ہیں

Marfat.com

— ہم اپنی صحت خراب ہونے کے خطرہ سے بچنے کے لیئے — کیا کیا پابندیاں عائد نہیں کر لیتے۔ پھر کیا آخرت کے یوم حساب کا خطرہ — صحت بگڑنے سے بھی کم تر درجہ رکھتا ہے کہ اسے یکسر نظر انداز کر دیا جائے —؟

کوئی یہ نہ سمجھے کہ العیاذ باللہ ہم آخرت پر یقین نہیں رکھتے۔ اس بنیادی سچائی میں شک لاحق ہونے کے وسوسۂ شیطانی سے ہزار بار پناہ!! مقصود صرف اتنا ہے کہ عقل ہی کو سب کچھ ماننے والے یقین کی راہ سے تو بات نہیں سمجھیں گے۔ چلئے سود و زیاں کے نقطۂ نظر ہی سے اس معاملہ پر غور کر لیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی ایک منکرِ خدا سے مناظرہ کرتے ہوئے یہی بات فرمائی تھی۔ آپ نے ملحد کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ایسا ہی ہے جیسا کہ تو کہتا ہے (یعنی خدا سچا ہے) تو میں بھی بچ گیا تو بھی بچ گیا اور اگر ایسا ہے جیسا کہ میں کہتا ہوں (یعنی ذاتِ باری کا وجود ہے) تو میں بچ گیا اور تو پھنس گیا اور ہمیشہ کے عذاب میں مبتلا ہو گیا۔ کیمیائے سعادت میں امام غزالی رح نے اس قول کی خوب تشریح کی ہے۔ حضرت امام رح لکھتے ہیں۔

"اور یہ بات جو امیر المومنین حضرت علی رض نے فرمائی، اس وجہ سے نہ تھی۔ کہ آپ کو جناب باری کی ذات میں شک تھا بلکہ ایسا

Marfat.com

کہنا اس ملحد کی عقل کے مطابق تھا۔ کیونکہ آپ نے سمجھ لیا تھا کہ راہِ یقین
اس ملحد کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ پس اس سے سمجھ لے کہ جو کوئی دنیا میں
زادِ آخرت کے سوا دوسری چیزوں میں مشغول ہے وہ بے وقوف ہے
اور اس کی غفلت کا سبب اور امورِ عاقبت میں غور نہ کرنے کی
وجہ خواہشاتِ دنیا کا غلبہ ہے جو اسے غور کرنے کی مہلت نہیں دیتا،
اور وہ جو عذابِ آخرت پر یقین رکھتا ہے اور وہ جو ظنِ غالب رکھتا
ہے اور وہ جو گمانِ ضعیف رکھتا ہے عقل کی رو سے سب پر
واجب ہے کہ اس خطرۂ عظیم سے بچیں اور احتیاط واس کا راستہ
اختیار کریں"۔ (باب چہارم معرفتِ آخرت)

آخرت کے چند مناظر — قرآن میں

عقیدۂ آخرت کی اہمیت ذہن نشین کرانے کے لئے قرآن وحدیث میں
جگہ جگہ اس کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ صرف عدالتِ آخرت کے وہ مناظر
ہی یکجا کر دیئے جائیں جو کتابِ پاک واحادیث میں نظر آتے ہیں تو بلا مبالغہ ایک
کتاب تیار ہو جائے۔ ہم ذیل میں سب سے پہلے قرآن سے عالمِ آخرت کا ایک

Marfat.com

کا نقشہ آپ کے سامنے پیش کریں گے اور پھر احوالِ آخرت پر مشتمل چند احادیث بیان کریں گے ـــــ یہ جھلکیاں اتنی ہولناک ہیں کہ انہیں دیکھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

عدالتِ آخرت میں مجرموں کی حاضری

"ڈراؤ انہیں اس دن سے جب کہ زمین اور آسمان بدل کر کچھ سے کچھ کر دیئے جائیں گے اور سب کے سب اللہ واحد قہار کے سامنے بے نقاب حاضر ہو جائیں گے اس روز تم مجرموں کو دیکھو گے کہ زنجیروں میں ہاتھ پاؤں جکڑے ہوں گے۔ تارکول کے لباس پہنے ہوئے ہوں گے اور آگ کے شعلے ان کے چہروں پہ چھائے جا رہے ہوں گے (سورۃ ابراہیم آیت ۴۸-۴۹-۵۰)

گواہ پیش ہوں گے

"آج ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے (ان کے کرتوت) بیان کریں گے، اور جو کمائی وہ کرتے تھے ان کے

Marfat.com

پاؤں اس کی گواہی دیں گے"۔ (سورۂ یٰسین)

○

"ان پر گواہی دیں گے ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں کہ وہ کیا کچھ کرتے تھے وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ وہ جواب دیں گی۔ اس خدا نے ہم کو بھی گویائی دی جس نے ہر چیز کو گویائی دی ہے"۔ (حٰمٓ سجدہ ع ۲)

فدیہ دے کر نہیں چھوٹا جا سکے گا

اگر ہر شخص کے پاس جس نے ظلم کیا ہے روئے زمین کی دولت بھی ہو تو اس عذاب سے بچنے کے لئے وہ اسے فدیہ میں دینے پر آمادہ ہو جائے گا۔ جب یہ لوگ اس عذاب کو دیکھ لیں گے تو دل ہی دل میں پچھتائیں گے مگر ان کے درمیان پورے انصاف سے فیصلہ کیا جائے گا۔ کوئی ظلم ان پر نہ ہوگا۔ (سورہ یونس آیت ۵۴)

دولت اور دوستیوں کا سہارا

"اے نبی میرے جو بندے ایمان لائے ہیں ان سے کہہ دو کہ نماز

Marfat.com

قائم کریں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں کھلے اور چھپے راہ خرچ کریں قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوست نوازی ہو سکے گی۔ (سورۂ ابراہیم آیت ۳۱)

پیشواؤں کا اظہارِ عجز و بریت

"اور یہ لوگ جب اکٹھے اللہ کے سامنے بے نقاب ہوں گے تو اس وقت ان میں سے جو دنیا میں کمزور تھے وہ ان لوگوں سے جو بڑے بنے ہوئے تھے کہیں گے" دنیا میں ہم تمہارے تابع تھے اب کیا تم اللہ کے عذاب سے ہم کو بچانے کے لئے بھی کچھ کر سکتے ہو؟ وہ جواب دیں گے اگر اللہ نے ہمیں نجات کی کوئی راہ دکھائی ہوتی تو ہم ضرور تمہیں بھی دکھا دیتے اب تو یکساں ہے خواہ ہم جزع فزع کریں یا صبر۔ بہرحال ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں (سورہ ابراہیم۔ آیت ۲۱)

○

اور جب وہ لوگ جنہوں نے دنیا میں شرک کیا تھا اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے" اے پروردگار! یہی ہیں

ہمارے وہ شریک جنہیں ہم تجھے چھوڑ کر پکارا کرتے تھے" اس پر ان کے
وہ معبود انہیں صاف جواب دیں گے کہ تم جھوٹے ہو (سورۃ النحل آیت ۸۶)

مریدوں کی حسرت

"جب پیشوا اپنے پیروؤں سے اظہارِ بے زاری کریں گے، اور
دونوں عذاب کا عذاب دیکھ لیں گے اور ان کے تعلقات منقطع ہو
جائیں گے اور جنہوں نے پیروی کی ہوگی وہ (حسرت سے) کہیں گے کہ
کہیں ایسا ہوتا کہ ہمیں دوبارہ دنیا میں جانا نصیب ہوتا تو ہم بھی ان
سے اسی طرح اظہارِ بے زاری کرتے جس طرح انہوں نے ہم سے
بے زاری ظاہر کی ہے"۔ (البقرہ ع ۱۹)

مجرموں کی پشیمانی

"واقعی ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے تھے۔ پھر کیا اب ہمیں
کچھ سفارشی ملیں گے جو ہمارے حق میں سفارش کریں۔ یا ہمیں دوبارہ
دنیا میں واپس ہی بھیج دیا جائے تاکہ ہم جو کچھ پہلے کرتے تھے اس کے

بجائے اب دوسرے طریقے پر (خدا کے حکم کے مطابق) کام
کریں۔" (الاعراف ع - ۶)

انجام

"جن لوگوں نے بھلائی کا طریقہ اختیار کیا۔ ان کے لئے بھلائی ہے
اور مزید فضل۔ ان کے چہروں پر روسیاہی اور ذلت نہ چھائے گی، وہ
جنت کے مستحق ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اور جن لوگوں نے
برائیاں کمائیں، ان کی برائی جیسی ہے ویسا ہی وہ بدلہ پائیں گے۔
ذلت ان پر مسلط ہوگی۔ کوئی اللہ سے ان کو بچانے والا نہ ہوگا۔
ان کے چہروں پر ایسی تاریکی چھائی ہوئی ہوگی جیسے رات کے سیاہ
پردے ان پر پڑے ہوئے ہوں، وہ دوزخ کے مستحق ہیں جہاں
وہ ہمیشہ رہیں گے۔ (سورۂ یونس - آیت ۲۶-۲۷)

آخرت کے چند مناظر — حدیث میں[1]

[1] یہ احادیث مولانا منظور نعمانی کی "معارف الحدیث" سے ماخوذ ہیں! (ک۔ن)

Marfat.com

تین گروہ

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "قیامت کے دن سب آدمی تین قسموں اور تین گروہوں میں اُٹھائے جائیں گے، ایک قسم پیدل چلنے والے ایک قسم سوار اور ایک قسم منہ کے بل چلنے والے" عرض کیا گیا "یا رسول اللہ! یہ (تیسرے گروہ والے) منہ کے بل کس طرح چل سکیں گے؟ آپ نے فرمایا "جس نے انہیں پاؤں کے بل چلایا ہے وہ اس پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ انہیں منہ کے بل چلائے" معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ لوگ اپنے منہ کے ذریعے ہی زمین کے ہر ٹیلے ٹھیرے اور ہر کانٹے سے بچیں گے (ترمذی)

سب سے ہلکا عذاب

نعمان بن بشیر سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا وہ شخص ہوگا جس کی چپلیں اور ان چپلوں کے تسمے آگ کے ہوں گے، ان کی گرمی سے اُس کا

Marfat.com

دماغ اس طرح کھولے گا، اور جوش مارے گا کہ جس طرح چولھے پر دیگچی کھولتی ہے اور اس میں جوش آتا ہے وہ نہیں خیال کرے گا کہ کوئی شخص اس سے زیادہ سخت عذاب میں بھی ہے حالانکہ وہ دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا ہوگا (بخاری و مسلم)

جہنّمیوں کی غذا!

حضرت ابوسعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ "غساق" (یعنی وہ سڑی ہوئی پیپ جو جہنمیوں کے زخموں سے نکلے گی اور جس کے متعلق قرآن مجید میں بتلایا گیا ہے کہ وہی انتہائی بھوک میں اُن کی غذا ہوگی وہ اس قدر بدبودار ہوگی کہ) اگر اس کا ایک ڈول اس دنیا میں بہا دیا جائے تو ساری دنیا (اس کی سڑاہند سے) بدبودار ہو جائے (ترمذی)

اور جنّت!!

(حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ:۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے

Marfat.com

وہ چیزیں تیار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں کبھی ان کا خطرہ یا خیال ہی گذرا ہے (بخاری و مسلم)

قرآن و حدیث کی بیان کردہ ان چند تفصیلات کا مطالعہ کیجئے اور پھر سوچئے کہ آئندہ دنیا میں ہم کس عظیم ابتلاء سے دوچار ہونے والے ہیں۔ اگر ہم اس میں کامیاب ہو گئے تو ہم سا خوش بخت کوئی نہ ہوگا اور اگر پکڑے گئے تو باوجود دنیا کی ساری خوشحالیوں اور ترقیوں کے ـــــ ہم سے زیادہ بدبخت اور ناکام و نامراد کوئی نہ ہوگا۔ ـــــ کیسے ہیں وہ لوگ! جو دنیا کے چھوٹے چھوٹے مقدموں کے لئے تو روپیہ پیسہ وقت محنت سب کچھ صرف کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں مگر اس سب سے بڑے مقدمہ کی تیاری کے لئے جس پر ابدی راحت و عزت اور دائمی ذلت و خسران کا انحصار ہے ان کے پاس کوئی وقت نہیں! فاعتبروا یا اولی الابصار!

خوفِ آخرت

احوالِ آخرت کے ہی وہ روح فرسا اور ہولناک مناظر ہیں جن کی وجہ سے خدا پر حقیقی ایمان رکھنے والے لوگ کانپ کانپ اٹھتے ہیں۔ انہیں عالمِ غیب کے ان معاملات پر اتنا یقین ہوتا ہے جیسے وہ ان ساری باتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ

Marfat.com

رہے ہیں۔ اور دیکھا جائے تو ایمانِ کامل کا مقام بھی یہی ہے کہ ہمارے دل میں جناب رسالتمآب کی دی ہوئی اطلاعات پر عینی مشاہدے کا سا وثوق پیدا ہو جائے۔ امام شعرانی نے بجا فرمایا کہ "مومنِ کامل وہ ہے جس کے نزدیک عالم غیب یقین میں عالم شہادت کے برابر ہو جائے" ——— اس ایمانِ کامل کا مزا جس جس نے چکھا، وہ امور آخرت کی سنگینی اور نزاکت کے پیشِ نظر ماہیِ بے آب بن گیا۔ جیسے عذابِ الٰہی کا یہ سارا اہتمام اس کے لیے اور صرف اس کے لیے کیا گیا ہے۔ یزید بن خوشب کا قول ہے کہ

"میں نے حسن بصریؒ اور عمر ابن عبدالعزیز رضؓ سے زیادہ کسی شخص کو قیامت سے ڈرنے والا نہیں دیکھا۔ گویا دوزخ صرف انہی دونوں کے لئے پیدا کی گئی تھی" (سیرت عمر ابن عبدالعزیز)

اور تو اور خود سید البشر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حال یہ تھا کہ نماز میں آخرت سے متعلق آیات پڑھتے تو رو رو کر ہچکیاں بندھ جاتیں، اس گریہ زاری کا اثر آپ کی صحت پر پڑا، صحابہؓ نے عرض کی "یا رسول اللہ! آپ پر بڑھاپا آ گیا!" آپ نے ان سورتوں کا نام لیتے ہوئے جن میں خاص طور پر عذابِ آخرت کا بیان آیا ہے فرمایا "مجھے سورۂ ہود، سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلٰت، سورہ عم یتساءلون اور

سُورۃ "تکویر نے بوڑھا کر دیا" (ترمذی)

حضورؐ کے بعد صحابہ امت کے گلِ سرسبد ہیں کون ہے جو خدا اور رسول ؐ کے نزدیک ان کے مقام سے ناواقف ہے۔ ان میں سے بعض وہ تھے جنہیں آنحضورؐ نے ان کی زندگی ہی میں جنّت کی بشارت دی تھی مگر اس کے باوجود وہ قیامت کے دہشت ناک عذاب کے ڈر سے زندگی بھر بے چین و مضطرب رہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ پر تو اس خوف کا اتنا غلبہ تھا کہ ایک مرتبہ ایک چڑیا کو درخت پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو اس کو خطاب کر کے کہنے لگے۔

"واہ! اے چڑیا! تو کتنی خوش نصیب ہے، اے کاش! میں بھی تیرے جیسا ہوتا۔ تو درخت پر بیٹھتی ہے پھل کھاتی ہے، اور پھر اڑ جاتی ہے، تجھ سے نہ کوئی حساب ہے اور نہ کتاب۔ آہ۔ اے کاش میں ایک سبز رنگ کا عام ایک درخت ہوتا۔ اونٹ وہاں سے گزرتا، مجھ کو پکڑتا، اپنا منہ مجھ میں مارتا۔ مجھ کو چباتا، اور اس طرح میری تحقیر کرتا اور پھر مینگنی کی شکل میں مجھ کو خارج کر دیتا، یہ سب کچھ ہوتا مگر میں بشر نہ ہوتا" (کنز العمال بحوالہ صدیق اکبرؓ)

حضرت عمر فاروق رضؓ جیسے صاحبِ جبروت، جن کا نام سن کر قیصر و کسریٰ تک

Marfat.com

پر رعب طاری ہو جاتا تھا، دنیا سے رخصت ہونے لگے تو صحیح بخاری کی روایت ہے کہ یہ فقرہ ان کے لبوں پر کھیل رہا تھا۔

"اللہ کی قسم! اگر میرے پاس زمین بھر سونا ہو تو میں اللہ کے عذاب کو دیکھنے سے پہلے اس سب کو فدیہ میں دے ڈالوں اور اپنی جان چھڑا لوں"

یہی امیر المؤمنین عمر رضؓ ایک دفعہ اپنی رعایا میں سے ایک مفلس عورت کے لئے سامانِ خورد و نوش لے کر جا رہے تھے، غلام نے عرض کی! امیر المومنین میرے ہوتے آپ یہ بوجھ کیوں اُٹھاتے ہیں۔ میں جو اس خدمت کے لئے حاضر ہوں، حضرت عمر رضؓ نے جواب دیا

"تم آج تو میرا بوجھ اُٹھا لو گے مگر قیامت کے دن میرا بوجھ کون اُٹھائے گا؟"

ضرار اسدی کہتے ہیں کہ میں مختلف لڑائیوں میں حضرت علی رضؓ کے ساتھ تھا میں نے دیکھا کہ جب آخر شب ستارے ڈوبنے کو ہوتے حضرت علی اُٹھتے۔ اپنی ڈاڑھی پکڑ کر اس طرح بے چینی کا اظہار کرتے جیسے انہیں کسی سانپ نے ڈس لیا ہو، گریہ وزاری کرتے اور ساتھ ساتھ کہتے جاتے۔

"اے دنیا! مجھ تو دھوکا نہ دے۔ دوسروں کو دے! میرے پیچھے کیوں

پڑی ہے۔ میں تو تجھ کو تین طلاقیں دے چکا ہوں جنہیں میں کبھی واپس نہیں لے سکتا، اے دنیا! تیری عمر بہت ہی کم اور تیرا پیچھے پڑنا بہت ہی چھوٹی سی بات ہے، آہ! توشہ کم ہے اور ایک طویل سفر درپیش ہے"

تابعین میں امام اعظم ابو حنیفہ کا جو مرتبہ ہے وہ محتاجِ بیان نہیں آج بھی کروڑوں مسلمان فقہ میں ان کی پیروی کرتے ہیں، ان کی حالت یہ تھی کہ یزید بن کمیت فرماتے ہیں ایک دفعہ میں نمازِ عشاء میں آپ کے ساتھ شریک تھا، امام نے "اذا زلزلت" سورہ کی تلاوت کی، لوگ نماز پڑھ کر چلے گئے لیکن امام اعظم بیٹھ گئے میں نے دیکھا کہ وہ ٹھنڈی آہیں بھر رہے ہیں، میں اس خیال سے اٹھ کر چلا گیا کہ حضرت امام کی عبادت میں خلل اندازی کا باعث نہ ہوں، علی الصبح پھر مسجد میں آیا تو دیکھا آپ اسی طرح غمزدہ بیٹھے ہیں۔ ڈاڑھی ہاتھ میں ہے اور بڑی رقت کے ساتھ رو رو کر کہہ رہے ہیں

"اے وہ ذات! جو ذرہ بھر نیکی اور ذرہ بھر بدی کا بدلہ دے گی، اپنے غلام نعمان (ابو حنیفہ رح) کو آگ سے بچا لیجیو" (سیرۃ نعمان)

دیکھا آپ نے! وہ ہستیاں جن کے دم قدم سے ظلمت کدہ عالم میں اجالا ہوا، آخرت کی جواب دہی کے متعلق کتنی حساس اور پریشان تھیں؟ سوچا جائے تو یہی خوف

Marfat.com

آخرت تھا جو ان کی عظمت و برتری کا اصل سبب تھا، وہ جس حیثیت سے رہے، جہاں رہے انہوں نے یہ محسوس کیا کہ ہم سے ہمارے ایک ایک قول اور فعل کا حساب لیا جائے گا، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ خدا و خلق کے معاملات سے متعلق جو ذمہ دارانہ روش انہوں نے اختیار کی، دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ وہ مسندِ اقتدار پر بیٹھے تو انہوں نے اپنے فرائض کی ادائیگی میں رات دن ایک کر دیا اور بوریا نشین ہوئے تو مخلوقِ خدا سے ہمدردی کی بہترین مثال قائم کر دی۔ جو امن و سکون اور مسرت و اطمینان ان کے عہد میں پایا جاتا تھا، ترقی کے اس دور میں انسانوں کو اس کا عشرِ عشیر بھی میسر نہیں ——!!

سوچا تو آپ نے بھی ہوگا۔ یہ آج دلوں سے سکون کیوں رخصت ہو گیا ہے دنیا امن اور چین کو کیوں ترس گئی ہے اور اتنی ایجادات اور علوم و فنون کی اتنی اشاعت کے باوجود آدمی، بھیڑ کے بھیس میں بھیڑیا کیوں بنتا جا رہا ہے؟ شاید آپ مجھ سے اتفاق کریں کہ اس کی سب سے بڑی اور بنیادی وجہ ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ لوگ یومِ آخرت کو بھول چکے ہیں، اور اس کی ہولناکیاں ان کے ذہن سے محو ہو چکی ہیں۔ جنگِ عالمگیر ہوئی تو ہمہ گیر تباہی و بربادی نے قوموں کی آنکھیں کھول دیں۔ ۱۹۴۰ء میں لیگ آف نیشنز قائم کی گئی اسے دنیا بھر میں قیامِ امن کا ذمہ دار

Marfat.com

ٹھہرایا گیا۔ اس پر سالانہ دس لاکھ پونڈ سے زیادہ خرچ کیا گیا مگر نتیجہ ڈھاک کے تین پات رہا۔ اور اب کے اسی مجلس کی ارکان قوموں نے باہم کر جنگ لڑی جو پہلی جنگ سے بھی کئی سو گنا زیادہ مہلک اور بھیانک تھی اور یوں لیگ آف نیشنز کا خاتمہ ہو گیا، جنگِ عظیم کے بعد ۵۹ قوموں نے مل کر پھر سے "یونائیٹڈ نیشنز" کے نام سے ایک اور تنظیم قائم کی، اس کے لئے عالیشان دفاتر تعمیر کئے گئے مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد دنیا کو اندازہ ہو گیا کہ یہ تنظیم بھی سارے دکھوں کی دوا نہیں بن سکتی؛ چنانچہ آج پھر ــــ دنیا تیسری جنگ کے نعروں سے گونج رہی ہے۔

کاش! انسانیت کو کوئی بتا سکتا کہ اس کے غموں کا مداوا نہ لیگ آف نیشنز کے پاس ہے اور نہ یونائیٹڈ نیشنز کے پاس اس کی ساری مصیبتوں کا واحد علاج یہ ہے کہ دلوں میں خوفِ آخرت پیدا کیا جائے، یہ چیز حاصل ہو گئی تو دنیا امن اور راحت کا گہوارہ بن جائے گی۔!!

دنیا و آخرت

دنیا و آخرت کے باہمی تعلقات کے بارے میں ہمارا نقطۂ نظر کیا ہونا چاہیئے؟

Marfat.com

لوگ انسانی زندگی کے بعض دوسرے مسائل کی طرح اس اہم معاملہ میں بھی افراط و تفریط کے شکار ہیں، کچھ وہ ہیں جو دنیا اور متاعِ دنیا کو نجس و ناپاک سمجھ کر اس سے کنارہ کشی اختیار کرنا ضروری سمجھتے ہیں ان کے نزدیک اُخروی نجات کا واحد رستہ یہی ہے کہ آدمی لذائذ دنیا کا تارک ہو جائے اور کچھ وہ ہیں جو اسلام اور دنیا داری کو ہم معنی قرار دیتے دیتے دنیا پرستی کی سرحد پر جا پہنچے ہیں۔ بنظرِ انصاف دیکھا جائے تو یہ دونوں زاویہ ہائے نگاہ "دنیا و آخرت" سے متعلق اسلامی نظریہ کی صحیح ترجمانی نہیں کرتے۔

اگر کاروبارِ دنیا سے رُوگردانی ضروری ہوتی اور انسانی زندگی کے سارے مشاغل شیطانی ہوتے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی مسلمانوں پر کسبِ معاش کو فرض قرار نہ دیتے مشہور حدیث ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا، طلب الحلالِ فریضۃ بعد الفریضہ، فرائض اسلامی کی بجا آوری کے بعد رزق حلال کی طلب و جستجو فرض سنت اور واجب بھی نہیں کہا، رزقِ حلال کے حصول کی کوششوں کو فرض قرار دیا، ایک اور جگہ فرمایا "افضل الاعمال الکسب ومن الحلال" نیک اعمال میں سے سب سے زیادہ اچھی نیکی حلال روزی کمانا ہے۔ "غور کیجئے، بات "فرض" ہونے سے بھی کچھ اور آگے چلی گئی۔ رزق حلال کے لئے کوشش ہونا دوسرے تمام اعمال سے زیادہ اہم بنا دیا گیا — تاجر سے زیادہ دنیا دار کون

Marfat.com

ہوگا کہ اسے دن رات روپے پیسے سے واسطہ رہتا ہے لیکن ذرا غور سے سنئے
دنیا کے سب سے بڑے زاہد اور عابد کا ارشاد ہے "التاجرُ الصدوق الامین
مع النبیین والصدیقین والشھداء۔ سچا اور امانت دار تاجر (قیامت کے
دن) انبیاء صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا" ارشاداتِ رسول کے بعد اب
ذرا صحابہ کے عمل کو دیکھئے۔ ان سے بڑھ کر زہد اور اتقاء کی دولت سے کون مالامال
ہوگا؟ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں سے بعض ہوئی کی شخصیتیں سروسامانِ دنیا کے لحاظ
سے بھی بہت نمایاں مقام رکھتی ہیں۔ حضرتِ عثمان کا نام تو اس معاملے میں اتنا
مشہور ہے کہ "غنی" کا لفظ مستقلاً ان کے نام کا جز بن چکا ہے۔ حضرتِ عبدالرحمن
ابن عوف اپنی زندگی میں جتنے کچھ صاحبِ ثروت تھے، اس کا اندازہ اس سے لگائیے
کہ وہ فوت ہوئے تو انہوں نے وصیت کی کہ ان کے ترکے میں سے ہر بدری
صحابی کو چار چار سو دینار دیئے جائیں۔ حضرت زبیرؓ اتنے مالدار تھے کہ انہوں
نے غابہ کی زمین ایک لاکھ ستر ہزار درہم میں مول لی تھی اور یہی زمین جب حضرت
عبداللہ ابنِ زبیرؓ نے اس عہدِ سعادت میں کسی اور کے ہاتھ فروخت کی اس سے
انہیں سولہ لاکھ درہم موصول ہوئے (بخاری)

حضرت علامہ ابنِ عبدالبرؒ نے اپنی مشہور کتاب جامع بیان العلم وفضلہ میں

Marfat.com

صحابہ اور تابعین۔ کے متعدد اقوال نقل کئے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کے نزدیک اُسی روپے پیسے کی کتنی اہمیت تھی جسے ہمارے ہاں کے انتہا پسند "شجرِ ممنوع" سمجھے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے کعبؓ کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہی حضرتِ زبیر رضؓ کے پاس ایک ہزار غلام تھے جو انہیں خراج دیا کرتے تھے حضرتِ عبداللہ ابنِ مسعودؓ کے پاس وفات کے بعد ستر ہزار درہم تھے۔ حضرت سعید بن مسیبؒ رضؓ کہا کرتے تھے۔

"بخدا وہ آدمی کسی کام کا نہیں جو اپنی آبرو بچانے اور امانت پوری کرنے کے خیال سے مال جمع نہیں کرتا"۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضؓ نے فرمایا:۔

"میرے پاس کوہِ احد کے برابر بھی سونا ہو اور اس کی زکوٰۃ دیتا رہوں، تو اس سے مجھے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچ سکتا"۔ (باب طلب علم اور کسب مال)

کچھ لوگوں کے نزدیک لذائذِ دنیا کو ترک کئے بغیر مراتبِ عالیہ حاصل نہیں ہوتے مگر جب ہم بعض مشہور زہاد کی خوش پوشاکی اور خوش خوراکی دیکھتے ہیں تو ان کی یہ بات ہمیں ایک ذہنی مغالطہ معلوم ہوتی ہے۔ وہی امام نسائی رحؒ جن کی ریاضت و عبادت ایک مشہور عوامی بات کا درجہ رکھتی ہے ذہبی نے اپنے تذکرہ میں انہی کے متعلق لکھا

Marfat.com

ہے کہ وہ

"کھانے میں زیادہ تر بڑے قد والے مرغ کو پسند کرتے تھے جو خاص کر ان کے لئے خریدے جاتے تھے اور ان کو خصی کر کے خوب فربہ کر لیا جاتا تھا"

خواجہ حسن بصری جن کے خوف آخرت کا ذکر ہو چکا لطیف غذاؤں کے اتنے شوقین تھے کہ ان کے متعلق طبقات ابن سعد میں آیا ہے کہ

"حسن بصری کے شوربے سے زیادہ خوشگوار خوشبو میں نے کسی دوسرے آدمی کے شوربے میں نہیں دیکھی"۔

حضرت امام مالکؒ کے متعلق آیا ہے کہ

"آپ ہمیشہ قیمتی لباس زیب تن فرماتے اور عطر اور خوشبو میں ڈوبے رہتے آپ گوشت کے بغیر کھانا تناول نہیں فرماتے تھے اور اپنے اس ذوق پر اتنے قائم تھے کہ کسی دن اگر گوشت کے لئے پیسے نہ ہوتے اور اس کے لئے گھر کی کوئی چیز بیچنی پڑتی تو اس سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے[1]" (الدیباج المذہب ص ۱۹)

---

[1] تفصیلات کے ملاحظہ ہو تاریخ تدوین حدیث ص ۱۷۵ تا ۱۷۷)

Marfat.com

بات کچھ زیادہ طویل ہوگئی لیکن کیا کیا جائے کہ دنیا اور متاعِ دنیا کے بارے میں ذہنوں میں غلط فہمیوں کی جو تہیں جم چکی ہیں ان کے ہوتے ہوئے یہ طوالت کچھ ناگزیر بھی ہے بہرحال ان چند مثالوں سے یہ بات صاف ہوگئی کہ آخرت پر ایمان لانے کا مطلب کسی صورت میں بھی ترکِ دنیا نہیں ہوسکتا۔

آیئے ؟اب ذرا دوسرے نقطۂ نظر کا جائزہ لیں۔ کہا یہ جاتا ہے کہ مادّی ترقی اور دنیاوی خوشحالی ہی دراصل اسلام کا مقصود و مطلوب ہے اور جو لوگ بات بات پر آخرت کے حوالے دے کر کاروبارِ دنیا میں قوم کے غیر معمولی شغف کو روکنا چاہتے ہیں وہ غلطی کر رہے ہیں ہم اس مسئلے پر بھی قرآن و حدیث سے محاکمہ کریں گے۔

آیاتِ ذیل میں دنیا و آخرت کا تقابل ملاحظہ ہو۔

"اے پیغمبر آپ ان لوگوں کو بتلا دیجئے کہ دنیا کا سرمایہ تو بہت ہی قلیل ہے۔ اور آخرت بہتر ہے پرہیزگاروں کے لئے" (النساء ع۔۱۱)

مزید فرمایا:۔

"یہ دنیا کی زندگی تو بس چند روزہ استعمال کے لئے ہے اور آخرت ہی اصل رہنے کی جگہ ہے (المؤمن ع۔۵)

Marfat.com

ایک اور جگہ ارشاد ہوا :۔

"اور دنیا کی زندگانی کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ بس کھیل تماشا ہے اور آخرت کا گھر ہی بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو پرہیزگاری کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں"۔ (الانعام ۔ع ۔۴)

احادیث کو دیکھا جائے تو ان میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف پیرایوں سے دنیا اور طالبانِ دنیا کی مذمت فرمائی ہے۔

"حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندۂ دینار خدا کی رحمت سے محروم ہوا اور بندۂ درہم خدا کی رحمت سے دور رہے" (ترمذی)

ایک اور حدیث میں کعب بن عیاض سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا، آپ ارشاد فرماتے تھے کہ ہر امت کے لئے کوئی خاص آزمائش ہوتی ہے اور میری اُمت کی خاص آزمائش مال ہے"۔ (ترمذی)

بخاری اور مسلم میں حضرت عمرو ابن عوفؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم پر فقر و ناداری آنے سے

Marfat.com

نہیں ڈرتا لیکن مجھے تمہارے بارے میں یہ ڈر ضرور ہے کہ دنیا
تم پر زیادہ وسیع کر دی جائے، جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر وسیع
کی گئی تھی، پھر تم اس بات کو بہت زیادہ چاہنے لگو، جیسے کہ
انہوں نے اس کو بہت زیادہ چاہا تھا اور اس کے دیوانے اور
متوالے ہو گئے تھے، اور پھر وہ تم کو برباد کر دے، جیسے کہ اس
نے اگلوں کو برباد کیا۔"

ان چند حوالوں سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ جہاں اسلام نے کسب
حلال کو بڑی فضیلت دی ہے وہاں مادہ پرستی اور حرصِ دنیا کو بھی ملعون و ممنوع
ٹھہرایا ہے وہ یہ نہیں چاہتا کہ اسکے ماننے والے بندۂ درہم و دینار بن کر رہ جائیں
اور ان پر دیوانے پیسے کی فکر اتنی غالب آجائے کہ وہ آخرت کو پسِ پشت ڈال دیں
بادی النظر میں یہ دونوں قسم کے حوالہ جات باہمدگر متناقض نظر آتے ہیں
لیکن غور کیا جائے تو آدمی ان سے بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ اسلام دنیا داری
سے نہیں روکتا بلکہ امورِ دنیا کو احسن طریقہ پر انجام دینے کی تلقین کرتا ہے اگر
کے ساتھ ساتھ وہ اس کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ انسان ہر جائز و ناجائز ذریعے
سے "زر اندوزی" پر کمر باندھ لے، اس کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اگر آپ اس کی

Marfat.com

...حدود میں رہ کر دنیا کے کام کرتے ہیں تو وہ عین دین بن جاتے ہیں اور ان ...
...روگردانی کرتے ہیں تو آپ "اخوان الشیاطین" کی صف میں کھڑے ہونے کے ...
...ی ہیں۔

پس نکتہ اعتدال یہ ہے کہ آپ جائز اور حلال رستوں سے دُنیا کی نعمتوں ...
لطف اندوز ہوں، ان کے حصول کے لئے کوشاں ہوں لیکن ان کی محبت ...
اتنے سرمست نہ ہو جائیں کہ آپ کے دل سے آخرت کا خیال ہی نکل جائے ...
لئے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کتنی پتے کی بات فرما گئے ہیں

"دُنیا ہاتھ میں رکھنے کی چیز ہے اجیب میں رکھنے کی چیز ہے
لیکن دل میں رکھنے کی چیز نہیں"

○

کتابیات

اس سلسلہ مضامین کی ترتیب میں یوں تو میں نے بے شمار کتابوں سے استفادہ ...
ہے لیکن اصلاً جو کتابیں اس سلسلے میں میری راہنما رہی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں

۱۔ تفہیم القرآن — مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی
۲۔ تفسیر حقانی — مولانا عبدالحق محدث دہلوی

Marfat.com

۳۔ تفسیرِ ماجدی — مولانا عبدالماجد دریابادی

۴۔ ترجمان السُّنّہ — مولانا بدر عالم میرٹھی

(ہر سہ حصّے)

۵۔ حُجّۃ اللہ البالغہ — شاہ ولی اللہ دہلوی رح

(حصّہ اول)

۶۔ کیمیائے سعادت — امام غزالی رح

۷۔ الانتباہات المفیدہ — مولانا اشرف علی تھانوی رح

۸۔ الکلام — مولانا شبلی رح نعمانی

۹۔ الکلام — مولانا ادریس کاندھلوی

۱۰۔ اسلامی تہذیب کے اصول ومبادی — مولانا مودودی

۱۱۔ اسرارِ خودی، رموزِ بے خودی — (اقبال رح)

۱۲۔ مکتوباتِ مجدّد الف ثانی — حضرتِ مجدّد رح

○

کتبہ درویش گلھڑوی

Marfat.com

اَن دیکھی حقیقتیں

توحید ○ رسالت ○ آخرت

کوثر نیازی

۱۹۵۹ء

ناشران

آئینۂ ادب ۔ چوک مینار ۔ انارکلی ۔ لاہور

Marfat.com